UNIVERSAL LIBRARY
OU_226550
UNIVERSAL LIBRARY

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

تصحیح

رسالہ

Checked 1969.

پرورش اولاد

مصنف

منشی عبدالغفور صاحب مرحوم مارہروی

در مطبع البشیر اٹاوہ باہتمام محمد بشیر الدین ایڈیٹر طبع شد

پرورش اولاد

ہم پہلے حصہ میں وعدہ کر چکے ہیں کہ بشرط فرصت ایک تحریر اور لکھیں گے جس سے تم کو پرورش اولاد
میں مدد ملے۔ پس ذیل کی تحریر میں وعدہ کو پورا کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ اولاد کے حقوق پرورش ماں کی اوپر اُس وقت سے قایم ہو جاتے ہیں کہ جس وقت سے
بچہ ماں کے پیٹ میں قرار پکڑتا ہے۔ ماں کا فرض ہے کہ حمل کی حفاظت کرے اور بچے کو ان نقصانوں سے
بچاوے جو بحالت قیام رحم کے بچے کا اندیشہ رہتا ہے۔ ناقص غذائیں ترک کرے۔ زیادہ سرد و گرم
چیزوں سے پرہیز رکھے۔ ناقص غذاؤں سے بچے کو رحم کے اندر وہ نقصان پہنچتا ہے کہ جسکی وجہ سے انکو
تمام عمر خرابی بھگتنی پڑتی ہے۔ اونکی مزاج اونکی رنگتوں اونکی تندرستی سب میں نقصان آجاتا ہے گویا
اُس وقت سے خرابی کی جڑ قایم ہوتی ہے۔ جو مائیں بوجہ خراب ہو جانے ذائقہ زبان کے جو ایام حمل
میں ضروری ہوتا ہے زیادہ ترشی یا سرکہ و مرچ وغیرہ کا استعمال زیادہ کرتی ہیں۔ گویا وہ اپنے اولاد
کے ساتھ اپنے ذائقہ کے واسطے ظلم کرتی ہیں محبت سے بعید ہے کہ اپنی چند روزہ راحت کے واسطے
اپنے لخت جگر کی عمر بھر کی تکلیف گوارا کی جائے۔ شروع ایام حمل سے جہاں تک ممکن ہو سکے ہلکی
اور سبک غذائیں جن سے بچے کو طاقت پہنچے اور مزاج معتدل ہو۔ اخیر ایام رضاعت یعنی دودھ
پلانے کے زمانہ تک کھانی چاہئیں۔ اور خاص کر اس زمانہ میں دودھ کا استعمال بچہ کے واسطے نہایت
مفید ہے۔ ماں کی غذاؤں کا رحم کے اندر بچے کو ضرور اثر مفید یا مضر جیسی غذا ہو پہنچتا ہے جن ماں باپ کے
مزاج بہت گرم ہیں اُن کے بچوں کے مزاج سے گرمی کا اثر کم ہو سکتا ہے اگر بحالت قیام رحم کے اور نیز
ایام رضاعت تک سرد غذاؤں کا استعمال رکھا جاوے۔ اور بے اعتنائی کی حالت میں اولاد کو زیادہ
تکلیف پہنچتی ہے۔ تم کو اوس لڑکے کا حال یاد ہوگا جس کو دہلی میں سرخ بادی کی بیماری کی وجہ سے بہت پریشان رہا
تم کو یہ بھی یاد ہوگا کہ اس سے پہلے اوس لڑکے کو ننھیال کس شکایت سے ہوا فقط کہ اُس کی ماں نے اُس
زمانہ میں جبکہ وہ پیٹ میں تھے خرابی زبان کی وجہ سے سرکہ کھانے میں زیادہ استعمال کیا تھا
یہ ضرور ہے کہ اس لڑکے کے اور بہن بھائیوں کو بھی یہ بیماری ہوئی تھی مگر کم سنی میں اور تھوڑی مدت

ناک اور اس سے کم درجہ میں کان بجائے اس کے اُس وقت سرد چیزوں کا استعمال ہوتا۔ تو شاید یہ بیماری ہوتی ہی نہیں۔ یا بہت کم ہوتی۔ دوسری مثال تنچر اسٹیل کی ہے جس کا اثر رنگت پر پڑا ہے۔ ہمارے ہی یہاں موجود ہے تم کو یاد ہو گا کہ جس لڑکے کی ماں کو ڈاکٹر نے تنچر اسٹیل ایام حمل میں استعمال کرایا تھا اُس لڑکے کے پیدا ہونے پر اُس کی ناک کان حلق میں تنچر اسٹیل جما ہوا تھا جو صابن سے صاف کیا گیا اور رنگت اُس کی اس وقت سیاہ تھی گو رنگت اُس کے آٹھ دس برس میں صاف ہو گئی۔ لیکن اب بھی اپنے دوسرے بھائیوں سے ایک درجہ کم ہے۔ مقصود اس تذکرہ کا یہ ہے کہ ایام حمل کی غذاؤں کا اثر رنگت اور مزاج دونوں پر ہوتا ہے اور جب ایسا ہی ہے تو اسی وقت سے ماں کو چاہیئے کہ ان باتوں کی اصلاح میں کوشش کرے اور اپنے بچّے کی محبت کو اپنے آرام پر مقدم سمجھے تب تو بچّے کی محبت سچّی ہے۔ ورنہ اس کو دکھ میں پھنسا کر محبت کی بھی تو کیا۔

بچّہ جنانے کے واسطے دایہ بہت ہوشیار اور معتمد ہونی چاہیئے جس وقت بچّہ پیدا ہوتا ہے اس کا جسم نہایت نرم مثل روئی کے ہوتا ہے اور دنیا کی ہوا لگتے ہی اس میں سختی آتی ہے اُس وقت اگر موقعہ موقع سے ان کے اعضا درست نہیں کیے جاتے تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ بے ترتیبی سے پڑے رہنے سے وہ اعضا ناہمواری کی حالت میں سختی پکڑ جاتے ہیں۔ اور وہ نقص جسمانی تا بہ زیست قائم رہتا ہے ہوشیار دایہ کا یہ کام ہے کہ جسم سخت ہونے سے پہلے سر اور ناک وغیرہ ہاتھ سے ہموار کر دے اور ان سب باتوں پر لحاظ کرے جو اُس وقت کی اصلاح سے اصلاح پذیر ہو سکتے ہیں۔

بچّہ پیدا ہونے اور ضروری اصلاحات کے بعد جہاں تک جلد ہو اُس کو آلائشات رحم سے پاک صاف کرنا چاہیئے۔ آلائش رحم ایک قسم کا تیزاب ہے جو دنیاوی ہوا لگتے ہی تیزی کے ساتھ اپنا خراب اثر پیدا کرتی ہے یہ بالکل صحیح ہے کہ تو ہینے بچّہ نہیں آلائشات میں ہلا بڑ ہاتے مگر یہ موقعہ کی آب و ہوا کا اثر جدا گانہ ہے

جو دستور قدیم بچّوں کو گُھٹی دینے اور اُبٹن ملنے کا ہے۔ وہ عین حکمت انہیں آلائشات کے دفعیہ کے واسطے ہے۔ اندرونی آلائشات دستوں کے ذریعہ سے اور جو بذریعہ مسامات کے بہا بہا جاتے ہیں اور وہ اُبٹن کے ذریعہ سے صاف کی جاتی ہے جن بچّوں کو اُبٹن اچھی احتیاط کے ساتھ نہیں ملا یا جاتا ہے وہ ہمیشہ پھوڑا پھنسی وغیرہ جلدی امراض میں مبتلا رہتے ہیں اور

جنکو گہوٹی کم دیجاتی ہے۔ اور اندرونی آلات رحم کی صفائی اچھی طرح نہیں ہوتی۔ وہ نانہ زیست طرح طرح کے عوارض میں گرفتار رہتے ہیں اور کبھی انکی تندرستی اچھی حالت میں نہیں رہتی چیچک کا مہلک عارضہ بھی آلات رحم کے خراب اثروں میں ایک اثر ہے۔ پس ہر ماکو چاہیئے کہ اپنے بچے کو جنم روگی ہونیکی روک کرے۔ اور اپٹن اور گہوٹی سے کبھی غافل نہ ہووے۔ چالیس روز تک تو اس کا استعمال معمولاً بلاناغہ ہونا چاہیئے اور بعد اس کے رفتہ رفتہ اس میں کمی کرتے کرتے بعد چندے گہوٹی چھوڑ دینی چاہیئے۔ جب قبض وغیرہ کا اندیشہ ہو تب دیجاوے۔ اور اپٹن کا استعمال جس قدر زیادہ عرصہ تک رکھا جاوے۔ نفع سے خالی نہیں ہے کیوں کہ علاوہ صفائی کے جو ہر حال تندرستی کے واسطے مفید ہے۔ وہ توانائی کیواسطے بھی معین ہے۔

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ ماکو غذا کی احتیاط وقت حمل سے دودہ پلانے کے زمانہ تک رکھنی چاہیئے اس واسطے کہ غذا کا اثر دودہ کے ذریعہ سے بچے کو ضرر پہنچاتا ہے ہم نے دیکھا ہوگا کہ ماکے مضر چیز کہانے سے دودہ پیتے بچے کو نقصان پہونچ جاتا ہے۔ اور بچے بیمار ہو جاتے ہیں۔ اور یہ بھی دیکھا ہوگا کہ جب بچہ بیمار ہوتا ہے تو اسکی ماکو دوا پلائی جاتی ہے۔ اور اُس بچے کو فائدہ پہنچتا ہے پس دودہ پلانے کے زمانہ میں ماکو احتیاط غذا کی ضرور ہے۔ بیماری میں بچہ کو دودہ نہیں پلانا چاہیئے اس زمانہ میں گائے یا بکری کا دودہ پلانا چاہیئے یا کسی دودہ پلائی کا اگر قابل اطمینان ہو۔

دودہ پلائی کا دودہ دینے سے پہلے اسکی نسبت امور ذیل کا اطمینان ہونا شرط ہے۔ اوّل اسکی تندرستی اچھی ہونی لازمی ہے بہت سی بیماریاں ایسی ہیں کہ ظاہر ظہور انکا کوئی وجود نہیں معلوم ہوتا۔ مگر تمام عمر جسم میں انکا اثر رہتا ہے بعض بیماریاں ایسی ہیں کہ جنکا اثر کئی پشت تاک نسل کے اندر قائم رہتا ہے پس ایسی دودہ پلائی جس کو خود کوئی ایسی بیماری رہی ہو یا اس کے خاندان یا اس کے شوہر جو وہ شوہر کے خاندان میں رہی ہو بچہ کے دودہ پلانے کو مناسب نہیں ہے کیونکہ اس دودہ سے بچے کو اُس عارضہ کا اثر ہوگا۔ دوم بدکار عورت کا دودہ علاوہ نقص تندرستی کے بچے کے اخلاق کو نقصان پہنچاتا ہے۔ سوم گندی اور میلی طبیعت کی عورت کا دودہ پینے والا اچہ نفیس مزاج نہیں ہو سکتا مختصر یہ ہے کہ دودہ کا اثر تندرستی اور عادات دونوں پر ہوتا ہے۔ اس واسطے اگر دودہ پلائی تندرست اور نیکوکار۔ توانا۔ اور شریف ملے تو دودہ اُس کا پلانا مضائقہ نہیں ہے۔ ورنہ اس سے بہتر یہ ہے

گائے بکری کا دودھ پلائے اور ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اگر خود ماں کو اپنی تندرستی پر بھروسہ نہیں ہے تو بچے کی صحت کے لحاظ سے اس کو اپنا دودھ بھی پلانا مناسب نہیں ہے تاکہ بچہ تندرست رہے ۔

جس جگہ بچہ رہے وہ بہت صاف ستھری رہنی چاہئے تاکہ بدبو سے ہوا ناقص نہ ہووے صفائی نہ ہونے سے بڑے آدمیوں کی تندرستی خراب ہو جاتی ہے ۔ اور بچے تو مثل پھول کی پنکھڑی کے تھوڑی دیر میں کمہلا جاتے ہیں۔ واضح ہو کہ آدمی کے سانس کا محل یہ ہے کہ جب اندر سے باہر آتا ہے تو ناقص انجرات کو باہر نکالتا ہے اور جب باہر سے اندر جاتا ہے تو صاف اور عمدہ ہوا لیجاتا ہے لیکن جب باہر کی ہوا بھی خراب ہو کر اندر جاتی ہے تو بیماری پیدا ہوتی ہے۔ اس واسطے کہ اُس گندگی سے قدرتی انتظام صحت میں فرق آجاتا ہے ۔ اور بچہ چونکہ بہت نازک چیز ہے اس کو نقصان کا اثر جلد ہوتا ہے اگر اُس مکان کی ہوا صاف رکھی جائے تو زیادہ فائدہ مند ہو بچے کے پیشاب پاخانہ کے بھرے کپڑے بچے کے رہنے کی جگہ ہرگز نہیں رکھنے چاہئیں جب تک کہ وہ صاف نہ ہو جاویں نہ اس جگہ زمین میں پیشاب پاخانہ بچے کو پھرانا چاہیئے اس کے واسطے مٹی کا برتن مخصوص کر لینا چاہیئے جو بعد ضرورت رفع ہونے کے علیحدہ کر دیا جاوے ۔

حتے الوسع بچے کو گود میں چپٹا کر نہیں رکھنا چاہیئے کیونکہ بڑے آدمی کے بدن کی گرمی بچے کے کمزور بدن پر غالب آکر اس کو لاغر اور کمزور کرتی ۔ اور بالیدگی سے روکتی ہے جو مائیں بچہ کو ہر وقت گود میں بندر کے بچے کی طرح چپٹائے رہتی ہیں ان کا بچہ کبھی تندرست و توانا نہیں دیکھا گیا۔ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ سانس کے ذریعہ سے ناقص بخارات اندرونی خارج ہوتے ہیں۔ اور باہر سے عمدہ اور صاف ہوا اندر داخل ہوتی ہے اسی طرح سے مسامات کے ذریعہ سے بھی آمد و رفت ہے اگر بڑے آدمی کی گود میں بچہ چپٹا رہے گا تو ضرور ہوگا کہ باہر کی صاف ہوا سے محروم رہے اور وہی ناقص انجرات جو آدمی کے جسم سے خارج ہوں گے بچہ کے مسامات میں نفوذ کرکے اس کی قوتوں کو خراب اور ضعیف کر دیں گے اس واسطے ہمیشہ بچے کو اس انداز سے لینا چاہیئے کہ اُس کے جسم کو صاف ہوا پہنچتی رہے اور بڑے آدمی کے جسم سے چپٹا نہ رہے ۔ باریک کپڑا جس میں ہوا کی آمد و رفت بآسانی ممکن ہو بچہ کے منہ پر ڈالنا مضائقہ نہیں ہے ۔ لیکن اگر موٹا کپڑا اوڑھایا جاوے تو اُس میں ہوا کی آمد و رفت کا راستہ رکھنا چاہیئے تاکہ جسم کے اندر کی ناقص ہوا کپڑے کے اندر گھٹکر پھر سانس اور مسامات کے ذریعہ سے اندر نہ جاوے

جو مضر تندرستی ہے۔

جب بچے کی نظر قایم ہونے لگے اس کو چمکدار اور رنگین چیزیں مختلف سمت سے دکھلانا چاہیئے تاکہ وہ اپنی نظر اور گردن پھیرنے پر قادر ہو سکنے کی کوشش کرے اور اس کو چارپائی پر لٹا کر اشارات سے خوش کرنا چاہیئے، بچوں کی عام عادت ہوتی ہے کہ جب وہ خوش ہوتے اور ہنستے ہیں اُس وقت ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ وہ اُنکے واسطے ایک قسم کی ورزش ہے جو ان کو توانا کرتی ہے۔ اور بالیدگی میں بھی مدد دیتی ہے جب بچے گھٹنوں چلنے لگیں اُس وقت ان کی ورزش اس طریقہ سے بڑھائی جاوے کہ اکثر وہ سفید فرش پر چھوڑے جاویں اور اُن کے سامنے کچھ فاصلہ سے کھیل کی سنگ برنگی چیزیں رکھی جاویں تاکہ وہ اُن کے لینے کی غرض سے چلنے میں کوشش کریں جو جسم میں طاقت آنے کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ ذرا بڑے بچوں کو صاف زمین میں بھی کھیلنے کو اسی ترکیب سے چھوڑنا چاہیئے تاکہ اُن کے بدن میں مٹی کا اثر پہونچے مٹی میں لوٹنے سے خلقی طور سے بچے خوش ہوتے ہیں۔ اور اس سے توانائی بھی جلد آتی ہے۔ مٹی میں لٹانے کے بعد بچے کو کسی بڑے ظرف میں نیم گرم پانی اُس میں اس قدر ڈالنا چاہیئے جو بچے کی ناف سے چار انگل اونچا ہو۔ ہتھوڑی دیر بچہ اس میں آزاد چھوڑ دیا جائے کہ پانی میں ہاتھ پاؤں مارے اور خوش فعلیاں کرے۔ اس کے بعد اس کو صاف پانی سے نہلا کر سفید کپڑے سے بدن صاف کرکے ستھرے کپڑے پہنا دیئے جاویں۔ اور پھر برابر صفائی کا خیال رہے۔ اسی وقت سے بچوں کی تعلیم شروع ہونی چاہیئے۔ سلام کرنے مزاج پرسی وغیرہ کے اشارات تعلیم کرنے مناسب ہیں۔ ماؤں کو اون کے پیشاب پاخانہ کے اشارات پر مطلع ہوکر ان اشاروں کے وقت بچے کو پیشاب پاخانہ کو لٹکانا چاہیئے تاکہ وہ بھی اس کے پابند رہیں۔ چھوٹے بے زبان بچے اپنی ضرورت پیشاب پاخانہ ہونے کے اظہار کے واسطے مخصوص اشارات ہا داؤں کی پابند ہو جاتی ہیں اگر اُنکے اور ونیز مطلع ہوکر اس کی عادت ڈلائی جائے۔ اور اگر کسی وقت بلا اشارہ کے پیشاب پاخانہ پھر دیں تو اُن کو نرمی سے انکا قصور جتانا چاہیئے گھٹنوں چلنے کے زمانہ میں مٹی کوڑا کیچڑ پانی وغیرہ میں جانے کو منع کرنا۔ اور چشم نمائی کرنا مناسب ہے تاکہ بچے کے جی کو یقین ہو جائے کہ یہ کام ہمنے برا کیا جب زبان کھولے پہلے اللہ کا نام نکلوانا چاہیئے اور پھر کلمہ سکھلانا مناسب ہے تین چار برس کی عمر میں بچوں کی زبان صاف ہوتی ہے اُس وقت یہ لحاظ رہنا چاہیئے کہ چھوٹے بچوں کو تماشہ دیکھنے کو واسطے بے ادبانہ کوئی بات

تعلیم نہ دیجاوے اور کوئی بات اس نادانی میں سرزد ہو جاوے فوراً بچہ ٹوکا جاوے۔ تاکہ عادت بچے کی خراب نہ ہووے کیونکہ بچپن کی بگڑی ہوئی زبان مشکل سے سدھرتی ہے۔ چھوٹے بچے کو بری باتیں تھوڑی سی ہنسی مذاق کی خوشی سے سکھلانا محض نادانی ہے اس وقت بچوں کی زبان سے بلحاظ انکی بچپن کے جو نا ملایم باتیں بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ وہ آیندہ زہر معلوم ہوں گی اور رفتہ رفتہ چھوٹنا انکا مشکل کام ہے۔

چھوٹے بچوں کو بری صحبتوں میں بیٹھنا اور بڑے آدمیوں سے بات چیت کی عادت ڈلوانا اچھا ہے۔ تاکہ وہ شرمیلے نہ ہوجاویں۔ اتنے بچوں کی صفائی اور تربیت کا بڑا حصہ عورتوں کے متعلق ہے اس واسطے اگر بچہ صاف ستھرا اور اچھی حالت میں ہے۔ تو اس کی ماں کی شائستگی کی تعریف کیجاتی ہے چار برس کی عمر کے بعد بہتر ہے کہ لڑکے کا ختنہ اور مکتب ساتھ کیا جاوے۔ زیادہ عمر میں ختنہ کرانے سے بچے کو تکلیف زیادہ ہوتی ہے میں نے دیکھا کہ بعض جگہ تو مونڈن کے ساتھ ہی ختنہ بھی کرادیتے ہیں جو تیسرے دن اچھا ہوجاتا ہے۔ مگر اب رواج کم ہے۔ مکتب کے بعد بچے کو برائے نام الف بے تے وغیرہ رانی چاہیئے مگر نہ اس پابندی کے ساتھ کہ شاق گذرے بلکہ ہنسی کھیل کی طرح خاص کر تعلیم و تربیت کے معاملہ میں اس وقت سے ماں باپ کی خدمتیں جدا جدا ہونی چاہئیں۔ لڑکے کو باپ اپنی تعلیم و تربیت میں مخصوص کرے اور لڑکی کو ماں۔ اور دونو بالاشتراک بھی ایک دوسرے کی نگرانی رکھیں۔ چونکہ یہاں سے دو شاخیں ہوگئیں لہذا ہم جدا جدا بیان ان ذمہ داریوں کا کرتے ہیں۔

لڑکوں کی تعلیم

باپ کا فرض ہے کہ وہ بالخصوص لڑکوں کی تعلیم کا ذمہ دار ہو اور اس کی نگرانی اپنا فرض سمجھے معلم جو انکی تعلیم کے واسطے رکھا جاوے اول مسن اور ادیب ہونا چاہیئے۔ دوم علم اچھا رکھتا ہو۔ سوم متقی اور پابند شریعت ہو۔ میرے نزدیک غلطی ہے کہ جو لوگ بچوں کی ابتدائی تعلیم میں انکو کم علم معلم کے سپرد کردیتے ہیں یہ انکی غلطی ہے۔ او خویشتن گم است کرا رہبری کند۔ ابتدائی حالت میں تعلیم سے زیادہ تربیت کی ضرورت ہے۔ اور کم علم خود محتاج تربیت ہوگا دوسرے کو کیا تربیت دے سکتا ہے تعلیم میں جب لڑکا قاعدہ اچھی طرح یاد کرلے تو اس کو کوئی لفظ نہ بتایا جاوے۔ بلکہ اس سے حرف بحرف ہجے کرا کر نکلوانا چاہیئے بجز اعراب کی غلطی کی اصلاح سبق میں کرنی مناسب ہے تاکہ بچے کو قوت ہو

کوئی تعریف نہیں ہے کہ بڑا سبق دیکر طوطے کی طرح رٹا دیا جاوے۔ بچّے کو بہت تہوڑا سبق دینا
چاہیئے جس کو وہ آرام سے یاد کر سکے۔ زیادہ زیادہ سبق دینے سے اُس تعلیم کے بے سود ہونیکے علاوہ
ایک بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ لڑکے میں شوق اور پڑہنے کی امنگ نہیں آتی اور وہ دب جاتا ہے
اور پڑہنے کے نام سے جی چُراتا ہے۔ اگر تہوڑا سبق دیا جاوے اور اُس کی قوت سے نکلوایا جائے
تو اچھی طرح ذہن نشین ہو اور آیندہ خود نکالنے کا حوصلہ بڑہے اور اپنا پڑہا ہوا سبق شوق میں بہر کے
سب کو سناوے۔ جن لڑکوں کی تعلیم باقاعدہ ہوتی ہے انکا شوق بڑہتا رہتا ہے۔ بڑی حکمت
عملی بچوں کی تعلیم کی یہ ہے کہ سبق بہت تہوڑا ہو۔ اور انکی قوت سے نکلوایا جائے۔ اور صفت معلم کی
یہ ہے کہ اپنے سلیقہ سے بچّے کے دل میں پڑہنے کا شوق ڈالدے اور وہ بغیر اس تدبیر کے جس کو
ہم نے اوپر لکہا ممکن نہیں ہے۔ میرا یہ بھی خیال ہے کہ ابتدا بچّوں کو فارسی یا عربی کی کتابیں (جس کا
وہ معنی مطلب کچھ نہیں سمجھتے) شروع کردینا بھی اُن کے شوق کو مدد نہیں دیسکتا۔ انکو ایک مدت
زمانہ تک ایک وقت انکی مادری زبان کی کتابیں پڑہانی چاہئیں۔ اور جہاں تک ممکن ہو انمیں چھوٹے
جملے متعلق ادب یا عقاید کے ہوں یا چہوٹے چہوٹے قصّے جو ادب و عقاید کا پہلو لیئے ہوئے ہوں
پڑہانا مناسب ہے۔ اور دوسرے وقت سب سے پہلے نماز کی ضروری چیزیں اور بعد اس کے
قرآن شریف تعلیم کیا جاوے۔ جب زبان مادری کے پڑہنے کی قوت ہو جاوے تب فارسی عربی
شروع کرانے کا مضایقہ نہیں ہے۔ بچّوں کی تعلیم میں جب تک کہ انکو اچھی طرح سمجھ نہو وے
بہلا پہسلا کر دلاسے سے کام لینا چاہیئے سختی سے تعلیم کرنے میں نتیجہ اچھا نہیں ہوتا اور شوق کی
راہ ماری جاتی ہے۔ مجھکو اپنے لڑکے کی تعلیم میں تجربہ حاصل ہو چکا ہے کہ جو سبق اُس کو دلاسے
سے ایک گھنٹے میں ذہن نشین ہو جاتا ہے وہ خفگی سے پڑہانے میں ایک پہر میں نہیں ہوتا۔ تعلیم کے
زمانہ تک باپ کو فرض سمجھنا چاہیئے کہ روزانہ بچّے کا سبق سنے اور یاد ہونے پر شاباش اور کبھی کبھی
انعام دے تاکہ بچّے کا جی بڑہے اور محنت سے یاد کرنے کا حوصلہ ہو۔ نیز کبھی آموختہ سننا چاہیئے اور
یاد ہونے پر ویسا ہی انعام دینا چاہیئے۔ تختی دیکھنا بھی ضروری ہے۔ اسمیں اچھے حروف یعنی جو انکی
حیثیت کی مناسبت سے اچھے ہوں صاف کرنا چاہیئے اور کبھی انعام بھی دینا مناسب ہے۔ اس
انتظام سے بچّوں کو خود شوق پیدا ہو گا۔ اور جب کہ ہوئے استاد کو بھی ایک قسم کی تائید ملے گی

کہ ہمارے پڑھانے لکھانے کی دیکھ بھال باقدر ہوتی ہے۔ لڑکے کو اُستاد کی خاطرداری بھی لڑکے کی تعلیم کا ایک جزو ہے۔ اگر اُستاد راضی اور خوش رہیگا تو لڑکے کو محبّت سے تعلیم دیگا۔ اُستاد شفیق ایک خوش قسمتی طالب العلم کی ہے جو لوگ اُستاد کو ناخوش رکھتے ہیں اُنکو اپنے لڑکے کی تعلیم سے نا امیدی ہونی چاہیئے۔

بچوں کو ضرور ایک وقت ایسا دینا چاہیئے کہ جس میں وہ تھوڑی دیر کھیل کود لیں مگر ناشائستہ کھیل کود سے روکے جاویں۔ وہی کھیل کھیلنا بہتر ہے کہ جس میں غذا تحلیل ہو اور اعضا میں طاقت آوے اخلاق سے ساقط کھیل کود کو منع کرنا چاہیئے تاکہ انکی صحبت سے زبان اور عادت خراب نہ ہووے کھیل میں علاوہ تحلیل غذا اور توانائی اعضا کے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ تھوڑی دیر کے واسطے دماغ تعلیم کے خیال سے علیحدہ ہو کر تازہ ہو جاتا ہے گا ہر کام کا دستور ہے کہ جب وہ عرصہ تک لگاتار کیا جائیگا تو طبیعت کند ہو جاوے گی اور اگر تھوڑی دیر کے واسطے دماغ اس سے ہٹا لیا جاویگا تو پھر اس کام کو طبیعت تازہ ہو جاوے گی تعلیمی محنت کرنے والے لڑکوں کے دماغ کی اصلاح کے واسطے کوئی خاص مفید غذا مقرر کرنی چاہیئے کہ صبح مکتب جانے سے پہلے اور شام مکتب سے آنے کے بعد بطور ناشتہ کے انکو دیجاوے۔ انکو روزانہ نہلانا چاہیئے اور جہاں تک ممکن ہو انکی کپڑے جلد جلد بدلوانے چاہئیں کہ ان کے مزاج صفائی پسند ہو جاویں۔ اور خود میلے مواقع پر جانے سے نفرت کرنے لگیں۔

تربیت کے متعلق اسیوقت سے ان کو ادب لحاظ کی عادت ڈلوانی۔ آئندہ کے واسطے بہت فایدہ مند ہوتی ہے۔ اور انکی شائستگی کے واسطے اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں ہے کہ ان کے ساتھ اُن کے بڑوں کو ہمیشہ تعظیمی الفاظ سے گفتگو کرنے کا لحاظ رہے جیسا کہ انکو سکھلانا چاہتے ہیں۔) اس کو دیکھکر بچے کو تعظیم اور تہذیب کی عادت ہوگی بچوں میں خداوند قدیر نے فطرتی طور پر قوت اخذ زیادہ رکھی ہے جس قوت کی وجہ سے وہ تمام باتیں تمام عادتیں سیکھتے ہیں۔ اگر اُن کے سامنے یا اُن کے ساتھ بدتہذیبی کیجاوے گی تو بلا خطر برائی اور بھلائی کے وہ اسی کے پابند ہو جاٸیں گے۔ اسی طرح اگر انکے گھر والے تہذیب اور شائستگی کا برتاو رکھیں گے تو وہی انکی عادت ہوگی تھوڑے سے خیال سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ ایک الف بچہ کہ جو تو اور تم اور آپ کی نسبت کچھ نہیں جانتا کہ یہ کیا چیز ہے۔ لیکن

جب وہ دوسروں کو گفتگو کرتے دیکھتا ہی تب وہ سمجھتا ہے کہ دوسرے کے ساتھ مخاطبہ میں اُس کو اِس لفظ سے خطاب کرتے ہیں۔ پس اگر اُس نے تو کہتے سُنا ہے تو وہ اسی کو اپنے استعمال میں اُسی طرح پر لاوے گا اور اگر تم یا آپ سنا ہے تو ان الفاظ کو۔ اسی طرح اور سب باتیں خیال کرنی چاہئیں جیسا بچے بڑوں سے سنیں گے ویسا سیکھیں گے میری نزدیک بچہ شائستہ اور بادب نہیں ہو سکتا جب تک کہ گھر والے سوا اُس کے ساتھ وہ برتاؤ نکریں جو شائستگی کے واسطے درکار ہے۔ خود غیر مہذب طریقہ اختیار کرنا اور بچے سے تہذیب کی امید رکھنا کمال نادانی ہے۔ اور اگر میں اس کو ناممکنات سے شمار کروں تو ناممکن بھی کہہ سکتا ہوں

اکثر مائیں اور باپ لاڈ پیار میں بچوں کو تعلیم سے باز رکھتے ہیں یعنی زمانہ تعلیم میں اُن کے سر پر بال رکھوانا عمدہ اور خوش قطع کپڑے پہنانا۔ انکو خرچ دیکر اس کا مختار کرنا۔ بچوں کو تعلیم سے روکنے کے زبردست وسائل ہیں۔ ہمکو ہمارے بزرگوں نے جب تک کہ تعلیم سے علیحدہ نہیں ہوئے اور شادی ہو کر اولاد نہیں ہو چکی بال رکھنے کی اجازت نہیں دی۔ نہ سوائے لمبے کرتے اور ڈھیلے پاجامہ کے انگرکھا یا تنگ مہری کا پاجامہ پہننے دیا۔ نہ ہمکو خرچ دیکر اُس کے مصارف سے غافل ہوئے۔ یہ انکی ایک عمدہ حکمت عملی تھی جس نے بغیر کہے ہوئے ہمکو جوانی کی حالت میں اُن سب باتوں سے بچایا جن کا اُس وقت خطرہ رہتا ہے۔ افسوس اون باپ ماؤں کے حال پر ہے جو اپنی اولاد کو اپنا جی خوش ہونے کی غرض سے تعلیم سے روکتے اور خرابی کے راستہ پر کھڑا کر دیتے ہیں۔ وہ نہیں سمجھتے کہ جب صاحبزادے بابو بنیں تیل ڈالیں گے کنگھی چوٹی کر عمدہ کپڑے پہن باہر جائیں گے اور اپنے ہم عمروں میں جائیں گے خرچ انکے ہاتھ میں ہوگا اُس وقت انکو کیا سوجھیگی انکا جی پڑھنے میں لگیگا یا نہیں ہم دیکھتے ہیں یہ ہم نے مانا کہ چھوٹے بچوں کو اس کا کوئی سلیقہ نہیں ہوتا لیکن اس کا اس موقعہ پر بند کر دینا لازم ہے جب اُن کو اسیوقت سے گڈا بننے کی عادت ہو جاوے گی پھر اس کا سمجھ آنے کے وقت چھوٹنا مشکل بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ غیر ممکن ہے اور اس کا چھوڑنا ہی گھر میں رہتے رہتے خود ماں باپ کو شاق ہوگا۔ اور اسکا نتیجہ دیکھکر جو ان ماؤں کا جی ٹھنڈا ہوا ہوگا ہم ہی جانتے ہیں مناسب ہے کہ جب تک بچے جوان ہو کر انکی شادی بیاہ نہو جائے۔ بال بچے ایک دو نہو لیں وہ نہایت سادہ وضع میں رکھے جاویں۔ ہرگز انکو کیسی خوش وضعی کی اجازت نہ دی جاوے۔ نہ انکے ہاتھ میں خرچ رہے ورنہ سوائے کف افسوس ملنے

کوئی نتیجہ نہ ہوگا ہم زیادہ تصریح کرنا نہیں چاہتے کہ انجام کار اس کا کیا ہوگا اس بات پر مطمئن ہونا کہ لڑکا ہمارا سعید ہے محض نادانی ہے ہم نے بہت سعید دیکھے ہیں جو ہاتھوں سے نکل گئے ہیں۔

جب لڑکے کی عمر سات برس کی ہوجاوے اس کو نماز کا پابند کرنا چاہیئے اُستاد کے متعلق یہ کام بھی کیا جائے کہ مثل تعلیم کے پنج وقتی نماز کی بھی نگرانی رکھیں۔ بچوں کو پنج وقتی نماز کا شوق بڑھانے کے واسطے بہتر تدبیر یہ ہے کہ انکا انعام مقرر کیا جائے کہ جس روز پانچوں وقت کی نماز وقت پر ادا کروگے یہ انعام دیا جائے گا اس لالچ میں رفتہ رفتہ اُن کو عادت ہوجائے گی۔ نماز میں علاوہ تعمیل حکم خدا و رسولؐ کے دنیاوی فوائد بھی بہت زیادہ ہیں۔ بہت سی بُری باتوں سے بچنے کا ذریعہ نماز ہے جس کی تصریح ہم بوجہ طوالت کے اس موقعہ پر نہیں کرتے۔ نو برس کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر بچے کی تنبیہ ہونی چاہیئے اور نو ہی برس کی عمر میں روزہ رکھوانا چاہیئے مگر کُل نہیں بلکہ ایک دو جس قدر بچے کی ہمت اور طاقت کے لحاظ سے مناسب ہوں اور دو ایک برس میں کُل روزے رکھنے کا پابند کرا دے۔ اسی وقت سے لڑکے کی تعلیم کی جانب کافی توجہ کی جاوے کیونکہ پندرہ سولہ اور غایت درجہ اُنیس ۱۹ بیس ۲۰ برس کی عمر تک تعلیم کا زمانہ ایسا ہے کہ تنبیہ کے ساتھ تعلیم دلائی جا سکے۔ اوس کے بعد اگر انکو خود شوق ہے تو پڑھ سکتے ہیں۔ ورنہ بزرگوں کے جبر سے کام نہیں نکل سکتا۔

لڑکوں کی تعلیم میں جبکہ اُن کو سمجھ آجاوے دین کی کچھ کتابیں پڑھانا نہایت ضروری کام ہے تاکہ عقاید مضبوط ہوں مخالف مذہب کا اوستاد بچوں کی تعلیم کے واسطے مقرر کرنا۔ ان کے عقاید کی کمزوری کے واسطے زبردست وسیلہ ہے اس واسطے استاد خلاف اپنے مذہب کے تعلیم کیواسطے نہیں رکھنا چاہئے تاکہ مذہبی تعلیم میں رخنہ نہ پڑے۔ اور جو تعلیم والدین کے ذمہ اولاد کے حق میں فرض کی جاتی ہے وہ تعلیم تعلیم دین ہے۔ زمانہ روز بروز ناقص ہوتا جاتا ہے اور طبعیتیں انسان کے اقتضائے زمانہ کی وجہ سے آزادی پسند ہیں۔ اور ہماری آیندہ نسلیں اور زیادہ آزادی کو پسند کریں گی اگر پابندی کتب دینی کی نہ کی جائے گی تو لڑکوں کے واسطے بہت خطرہ نقصان مذہب کا ہے دنیاوی تعلیم کے واسطے بڑی رائے میں اپنے حوصلہ کو دخل نہیں دینا چاہیئے بلکہ لڑکے کی رجحان طبعیت کے موافق جس طرف اسکی طبعیت کو مناسبت ہو وہ تعلیم دی جاوے تو بمقابلہ تعلیم مخالف طبع کے زیادہ بہتر اور جلد فائدہ مند ہوگی مثلاً اگر لڑکے کی طبعیت صنعت کی جانب مائل ہے تو اس کو کسی صنعت کے مدرسہ میں تعلیم دلائی جا

یا جس طرف اس کی طبیعت کی مناسبت ہو صرف انگریزی نوکری کی امید پر سر منڈانا نہایت کم فہمی کی
بات ہے - اوّل تو انگریزی نوکری میں دشواری اور روز بروز اُس کے پہلے اعزازمیں کمی ہوتی جاتی ہے - دوم
اگر آسانی سے ملی بھی تو کہاں تک مل سکتی ہے کام اور عہدے مخصوص اور محدود ہیں - اور خواستگار نوکری
کے تمام ہندوستان کے شریف لوگ بہت قیود لگانے پر بھی ہر سال اون قیدوں کو پورا کرکے اس قدر
جماعت بڑہتی ہے کہ جو موجودہ ضرورت سے زیادہ ہوتی ہے یہاں تک کہیں سیکڑوں ہزاروں
لکھے پڑہے مارے مارے پھرتے ہیں - جن کو بلا تنخواہ کام کرنے کی اجازت تک میسّر نہیں ہوتی -
اگر کوئی دوسرا ہنر ان میں ہو تو ممکن ہے کہ اوس ذریعہ سے معاش پیدا کرے اور بہو نکا ننگا رہے
مجھکو بہت افسوس اپنے ملک کی حالت پر ہے کہ یہاں کی شریف قوموں نے اپنا جایز پیشہ نوکری
کے سوا اور کوئی نہیں رکھا - بخلاف اور ملک کے جہاں ہر پیشہ ہر فرقہ کے لوگ کرتے ہیں اور انکو کچھ عار
نہیں ہے - ہندوستان کے ملک باعتبار شادابی اور پیداوار کے تمام ملکوں سے اعلےٰ درجہ
میں ہیں مگر مجکو باوجود ہندوستان کی اس حالت کے افسوس کے ساتھ یہ بات مُنہ سے نکالنا
پڑتی ہے کہ افلاس میں بہی ہندوستان کا اوّل نمبر ہے سبب اس کا یہ ہے کہ یہاں کے باشندگان نے
اپنے اپنے پیشے مخصوص کرلیے ہیں جو قومیں پہلے شریف کہلاتی تہیں ان کے حصّہ میں نوکری کا پیشہ جسکو
فی الواقع غلامی کہنا چاہیے - ہم کو اس میں گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ فی الواقع یہ پیشہ اچھا ہے
یا بُرا مگر یہ ضرور کہیں گے کہ جس وقت تک سب لوگ اپنے اپنے مخصوصہ پیشوں پر قایم تھے تب تک
بھی قریب تھے لیکن باوجود اس کے کہ اب تہوڑے عرصہ سے غیر شریف قوموں نے قدم آگے بڑہایا
اور نوکری میں ترقی شروع کری ہے اور انگریزی گورنمنٹ میں کوئی امتیاز قومی کی قید نہیں ہے - میں نے
نائی - دہوبی - سقی چمار - کوری - جولاہے کلوار - دہونے دیکھے ہیں کہ بڑے بڑے عہدوں پر مامور ہیں
اور ان قوموں کے لوگ جو شریف کہے جاتے تھے اُن کو حضور اور خداوند کہتے ہیں - مگر اب تک
ہمارے ملک کے شریف اسی دُہن میں ہیں کہ نوکری ملیگی نوکریں گے اور سوائے نوکری کے دوسرے
پیشے کو عار سمجھکر نہیں کرتے - اور اگر سو میں ایک نے کوئی تہوڑا سا سلسلہ تجارت وغیرہ کا کر بھی لیا
تو وہ نظروں میں پست ہمت اور حقیر تصور ہوتا ہے اور خرچ کے وسائل اس حالت میں بھی روز بروز ترقی
پر ہیں جس قدر اوجلے پوش شریف دکھلائی دیتے ہیں - میں اپنے تجربہ سے کہتا ہوں کہ انہیں فی صدی دس

مشکل سے ایسے نکلیں گے جو فارغ البالی سے بسر کرتے ہوں اور تو سے محض ملمع ہیں۔ آج ہم بھی
دوسرے ملکوں کے دستور کے موافق ہر کسی پیشے کو کرتے ہوتے تو جو گت ہماری اس وقت ہو رہی ہے
ہرگز نہ ہوتی۔ انگریزی گورنمنٹ بیچاری کیا کرے اور کہاں تک نوکریاں دیوے اور اسی گورنمنٹ پر کیا ہے
کوئی گورنمنٹ اتنے وضعداروں کو نہیں کھپا سکتی جتنے کہ نوکری پر سر منڈائے بیٹھے ہیں۔ میرے نزدیک
پیشوں میں بدترین پیشہ ملازمت ہے جس میں اپنی زندگی کی باگ دوسرے کے قبضہ میں دیدی جاتی
ہے کہ جس طرح چاہے نچائے۔ ایک چھوٹے ملازم سے اعلے عہدہ دار تک چاہے وہ اسمیں ہندوستانی
ہوں یا انگریز۔ اپنے افسر کے تابع ہیں۔ اگر پانی برستے میں افسر حکم دیتا ہے تو قاعدہ کی رو سے
جانا پڑتا ہے۔ نہ دن کی قید ہے نہ رات کی دونوں سے ایک ادنے درجہ کا مزدور بہتر ہے
کہ جب اس کا جی چاہتا ہے مزدوری کرے گا۔ اور رات کو اپنے بال بچوں میں پاؤں پھیلا کر سوئے گا
نہ کسی کی حکومت کا خوف نہ پردیس کا کھٹکا اگر خیال کریں تو ہمارے واسطے افسوس کا موقعہ ہے
کہ اپنے لخت جگر کو ملازمت کی غلامی کے واسطے تیار کریں مگر ہمارے اسی خیال نے کہ بجز ملازمت کے
دوسرا پیشہ ہمکو نہیں کرنا چاہیئے اس ننگ کو گوارا کرایا ہے اور بعوض اُس افسوس کے اس کو عزت کا
ذریعہ قرار دیا ہے عرب کے ملک میں ملازمت کا پیشہ سوائے فوجی ملازمت کے نہایت ننگ و عار
سمجھا جاتا ہے یہاں تک کہ کپڑا دھونے کو روٹی پکانے کو ملازم نہیں ملتا سب لوگ اپنے اپنے گھر کپڑے دھوتے
روٹی پکاتے ہیں یا اون کے کام غلاموں کے ذریعہ سے چلتے ہیں جو دوسرے ملکوں سے آکر وہاں
فروخت ہوتے ہیں اور یہی سبب ہے کہ بردہ فروشی اس نواح میں جاری ہے کہ ملازم نہیں ملتا پیشہ ہر قسم
کا ہر قوم کے لوگ کرتے ہیں اسی وجہ سے باوجود ریگستان اور پہاڑوں کے افلاس بہت کم ہے خدا
اب بھی ہمکو سمجھ دے کہ اس ملک سے سبق لیں۔ اور اپنی معاش کے ذریعے بلا پابندی کسی مخصوص پیشہ
کے حاصل کریں اگر کچھ دنوں یہی وضعداری ہماری قایم رہی تو ہماری آئندہ نسلیں اس بات کو دیکھینگی
کہ قومی امتیاز جو سابق سے چلا آتا ہے کایا پلٹ ہو جائے گا یعنی جو قومیں شریف کہی جاتی ہیں رذیل
اور جو رذیل ہیں شریف کہلائیں گی اس واسطے کہ انکی بنیاد قایم ہو چکی ہے یعنی یہ بات تو ہم اپنی
آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اس زمانہ میں دولتمندی کا نام شرافت ہے اور یہ بھی پیش نظر ہے کہ شرفا
کا افلاس اور ارذال کا اقتدار دونوں تیزی کے ساتھ ایک رفتار سے ترقی کر رہے ہیں اور اسو

رذیل دولتمند کے مقابلہ میں ایک غریب شریف کی کوئی وقعت باقی نہیں رہی - صرف اتنا امتیاز کہنے کو باقی ہے کہ جو قومیں سابق سے شریف کہلاتی آئی ہیں وہ شریف سمجھی جاتی ہیں مگر یہ خیال بھی چراغ سحری ہے - ہماری پابندی نے ہم کو کنواں جھکا رکھا ہے اور اب تک ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ نوکری جس آسانی سے مل سکتی تھی نہ اب مل سکتی ہے نہ اُس میں وہ عزت ہے جو پہلے تھی اس کی خواستگار سب قومیں ہوگئیں - اور اونکو ملنے لگیں جو پہلے نہیں تھا - اب بھی ہم کو دوسرے ملکوں کے رواج سے سبق لینا چاہیئے اور اپنی اولاد کو وہ تعلیم دینی چاہیئے کہ ملازمت کے سوا دوسرے وسائل سے اپنی معاش حاصل کریں نوکری پر ہی سر منڈائے نہ پڑے رہیں ایک پیشہ ملازمت کی پابندی سے افلاس کی حالت جا نہیں سکتی - اس واسطے کہ اگر گھر میں دس آدمی ہیں پہلے یہ کہ دسوں اُن صفتوں میں پورے نہیں ہو سکتے جو نوکری کے واسطے مخصوص ہیں - اور بالفرض ہوئے بھی تو دسوں کو نوکری ملنا مشکل ہے زیادہ سے زیادہ نکل سے دو چار کو چھوٹی بڑی نوکریاں ملیں - اور مطابق رواج ملک کے سب کا کنبہ انکو سر ہوا کئے فارغ البالی انکو کہاں سے ہوگی ؟ اور دوسرا روزگار کرنے کی آن نہوتی تو سب کے سب کسی نہ کسی کام سے معاش پیدا کرتے اور ایک پر دوسرے کا بار نہوتا یا ایک ہی کام کو سب ملکر کرتے بخلاف نوکری کے کہ دوسرا مدد نہیں کر سکتا - اور اگر کرے بھی تو اس سے کچھ انتفاع حاصل نہیں ہو سکتا -

ہم کس خیال میں تھے اور بیماری نے کہاں بھٹکا دیا - ذکر تو یہ تھا کہ نو برس کی عمر سے تعلیم کی طرف زیادہ توجہ چاہیئے - اور دینی تعلیم کا سلسلہ بھی ساتھوں ساتھ رہنا بیچ میں دوسرا ادھر نہ ٹانک دیا - لا حول ولا قوۃ - ہاں سنو! نو برس کی عمر تک بچہ کی تعلیم و تربیت ایسے اصول پر ہونی چاہیئے - کہ اوس کو پڑھنے کا شوق پیدا ہو جائے اور اس کے دل پر پڑھنے کی امنگ ہو جاوے - یہ جب ہی ممکن ہے کہ بچے کی تعلیم ولاسے اور دلداری سے ہو اور اس پر اتنا بار نہ پڑے کہ جی چرانے لگے تھوڑا سبق دیا اور اُسے سے خوب یاد کرانا اور شاباش سے اس کا دل بڑھانا چاہیئے جب لڑکے کو خود شوق پیدا ہو جائے گا تو تعلیم جلد ہوگی مار پیٹ سے بمقابلہ دلجوئی کے نفع کم ہوتا ہے اور لڑکا دب جاتا ہے اور بے حیا ہو جاتا ہے نو برس تک تعلیم نہیں ہے بلکہ وہ مقدمہ تعلیم کا ہے کیونکہ اس وقت تک بچہ ان سمجھ ہوتا ہے تربیت میں اس وقت تک نماز روزہ نشست برخاست چلنے پھرنے اُٹھنے بیٹھنے کے طریقہ

ادب لحاظ دوسروں سے سلام مزاج پرسی گفتگو کرنے کے قاعدے بڑے چھوٹوں کے حفظ مراتب وغیرہ وغیرہ سکھلانا چاہیئے بعد اس زمانہ کے بارہ تیرہ برس تک کی عمر تک عربی و فارسی و علم کی تعلیم دینی چاہیئے اوّل وقت عربی کا سبق اور دوسرے وقت فارسی کا - اور لحاظ رکھنا چاہیئے کہ لڑکے کا سبق اس کی قوت سے زیادہ ہونے قاعدے کے ساتھ تھوڑا پڑھانا اور زیادہ ذہن نشین کرانا چاہیئے بعد اس زمانہ کے تیرہ برس سے سولہ برس تک انگریزی اور عربی کی تعلیم چاہیئے جس میں اوّل وقت انگریزی اور دوسرے وقت عربی ہو - انگریزی ایک مشکل اور غیر مانوس زبان ہے - لیکن چونکہ عربی ایک بڑا علم ہے لہذا اس سے سوائے زبان دانی کے قواعد وغیرہ میں انگریزی کو ہر قسم کی مدد ملے گی - اور اُس ذریعہ سے وہ آسان ہو جائے گی - بعد سولہ برس کے محض انگریزی کی تعلیم دینا مناسب ہے زمانہ کی معمولی رفتار کے اعتبار سے سولہ سترہ برس انتہائی انیس بیس برس کی عمر کے بعد بزرگوں کی تنبیہ کا زمانہ نکل جاتا ہے - لیکن اگر لڑکا ادبی اصول کے ساتھ تعلیم دیا گیا ہے تعلیم کا بار کسی وقت نہیں ہو تو اس وقت ضرور اس کا شوق ترقی پر ہوگا - اس کے شوق اور خواہش پر تعلیم کو چھوڑنا چاہیئے اور بیس برس کی عمر تک اپنے ارادہ سے اس کو انگریزی پڑھانا چاہیئے - اس کے بعد جب تک اس کی طبیعت نہ ہٹے برابر تعلیم جاری رہے - انگریزی تعلیم کے واسطے کوئی اعلےٰ درجہ کا امتحان پاس کرنا ضروری ہے جب لڑکے کی طبیعت تعلیم سے ہٹ جائے اُس وقت تعلیم سے علیحدہ کر کے اس کام میں لگایا جائے جس سے اس کی طبیعت مناسب ہو لیکن بعد ترک کرنے مدرسے کے جب تک کوئی روزگار شروع نہ ہوئے کتب بینی کا مشغلہ تضیع اوقات سے زیادہ بہتر ہے - ہم نے انگریزی کی قید تعلیم میں اس واسطے رکھی ہے کہ وہ ملک کے بادشاہ کی زبان ہے بغیر زبان دانی بادشاہ ملک کے اکثر مواقع پر ہرج ہوتا ہے اور حصول وقعت کے واقعہ سے معطل رہ جاتے ہیں اس واسطے ضرور ہوا کہ بادشاہ وقت کی زبان سے واقفیت حاصل کی جائے -

ماں باپ کا فرض ہے کہ جب لڑکا سولہ سترہ برس کا ہو جاوے اس کے بعد اس کی نسبت کی فکر کریں اور ایسی لڑکی کی تلاش کریں کہ لڑکے سے عمر میں تین یا چار برس کم ہو نسبت کے پیام سے ضرور ہے کہ اس لڑکی کی خاندانی حالت نیک بختی - حیا داری دینداری اطاعت شعاری بسلیقہ مندی تندرستی پر اطمینان کر لیا جائے تب نسبت کا پیام دیا جائے تاکہ بعد شادی کے نا اتفاقی سے لڑکی کی مٹی خراب نہ ہو

میں اس بات سے بالکل مخالف ہوں کہ لڑکوں کی نسبت کے پیام محض اس بنیاد پر کہ ہمارے فلاں
عزیز کی لڑکی ہے دیدیئے جاتے ہیں۔ اور اُس لڑکی کی عادات اور اطوار پر نظر نہیں ڈالی جاتی۔ اس طریقہ
میں بے لطفی کا بہت بڑا خطرہ ہے۔ اگر اپنے عزیز کی لڑکی ہے اور اس سے نا اتفاقی ہوئی تو دو چند افسوس
ہے ایک اپنے لڑکے کی سوہان روح کا دوسرے اس عزیزہ کی کاہش کا۔ ہمنے یہ بھی دیکھا ہے کہ ایسی اتفاقات
میں ہمسایہ میں بھی بدمزگی ہو جاتی ہے اور جو بات اتفاق کی غرض سے کی گئی تھی اُن ہی سے کرنے میں سکا
نتیجہ نا اتفاقی ہو جاتا ہے۔ بچپنے کی نسبت سے کبھی مجکو اتفاق نہیں ہے میں اس بحث کو بشرط موقع کسی
دوسری جگہ ذکر کروں گا۔ بہرحال میری رائے ہے کہ بیس برس کی عمر میں لڑکے کی شادی کرنی چاہیئے
اور اس وقت تک لڑکے کی حفاظت کے واسطے مناسب نگرانی رکھنی چاہیئے تاکہ آوارہ نہو جاوے
ہمیشہ اس کو اچھی صحبت میں ابتدا سے بٹھانا چاہیئے اور بزرگوں اور اچھوں کے تذکرہ سنانے چاہئیں۔
اور خود اپنے چال چلن کو درست رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ اگر اپنا رویہ خراب ہے تو اولاد سے سعادتمندی کی
امید رکھنا حماقت کا خیال ہے۔ بعد شادی کے مناسب ہے کہ لڑکے اپنی دولہنوں سے زیادہ نہ ملا کر
جاویں کہ دونوں کی تندرستی کو نقصان پہنچے۔ نہ زیادہ علیحدہ رکھے جاویں کہ خطرہ انکی آوارگی کا ہے اور
لازم ہے کہ جب وہ روزگار کے ذریعہ سے پرورش میں قیام پذیر ہوں انکی دولہنیں کسی ایسی بڑی بوڑھی
عورت کے کہ جس کا رعب دونوں پر ہو۔ اسکے ساتھ رکھی جاویں یہ پابندی بڑی بوڑھی عورت کی اگرچہ
ہمیشہ بہتر ہے لیکن جب تک دو ایک بچے نہولیں بہت ضروری بات ہے۔ بیاہی اور جوان لڑکی لڑکا
کو ایک دوسرے سے زیادہ علیحدہ رکھنے دولتمندی اور دور اندیشی سے بہت بعید ہے۔ ہم سکی تصریح کرنا
کہ بہ اسے ہماری کیوں ہے - نہیں چاہتے ہر ایک شخص اپنی عقل و تمیز ہی سے تھوڑا خیال وسیع کرسکتا ہے
اون خرابیوں کو جان سکتا ہے جو پیش آنے کا اندیشہ ہے۔ ابتدا سے لڑکوں پر جب تک کہ وہ دو تین بچوں
باپ نہو جاویں چاہئے نیک بختی ہی یوں نہوں تاکید رکھنی چاہیئے کہ مغرب کی نماز پڑھکر سیدھے گھر آجاویں
اور پھر احاطے سے باہر نہ جاویں۔ اس کے خلاف ہونا دور اندیشی اور مصلحت سے خلاف ہے۔ اور بڑے اور
چھوٹے بھی روزگار پر جب وہ روزگار کرنے لگیں تو والدین کو اختیار دینا چاہیئے کہ گھر کو خرچ دیویں
جیسے ایک ہی روپیہ کیوں نہو وے۔ باپ کا فرض ہونا چاہیئے کہ ان سے انکی آمدنی اور خرچ کا حساب
لے اور اس کو بغور دیکھکر نا واجب حساب پر جواب طلب کرے اور آئندہ کے واسطے تنبیہ کرے اور ضروری

امورکے واسطے اگر خرچ اس کا درج حساب نہ ہوتے تو باز پرس کرے کہ کیوں نہیں ہے اور آیندہ کے واسطے ہدایت کرے انکو تاکید رہے کہ اپنے اخراجات کی ایک کتاب مرتب رکہیں۔ اور اپنے ہاتہہ سے اسپر حساب درج کرتے رہیں۔ اور کبہی کبہی جب باپ ان کے پاس جانا ہو اس حساب کو دیکہکر جا بجا پر روک ٹوک کرے۔ ہمیشہ سادہ اور سلامت روی کی چال اختیار کرے نصیحت میں لحاظ رہے کہ تقریر ناگوار طبع نہو۔ لڑکوں کی تعلیم کے متعلق جو کچہ ہمکو کہنا تھا اسکی رہبری ہم کر چکے۔ اس سے اور بہت سی باتیں اخذ ہو سکتی ہیں اب ہم ماؤں کی ان خاص ذمہ داریوں کو بتائیں گے جو لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق ان کے ذمہ ہیں اس کے بعد اگر خدا چاہے گا تو ماں باپ کی بالاشتراک ذمہ داریوں کا بہی تذکرہ کریں گے۔

لڑکیوں کی تعلیم و تربیت

شرفا میں دستور ہے کہ چار برس کی عمر کے بعد پردے کی روک ٹوک شروع ہوتی ہے اور اسی وقت سے تعلیم و تربیت پر توجہ کی جاتی ہے لڑکیوں کی تعلیم چار قسم کی ہے۔ اوّل قرآن شریف و ضروری مسائل کا پڑہانا۔ دوم سینا پرونا۔ سوم خانہ داری کی تعلیم۔ چہارم سگہڑ پن سکہانا۔ ہم ان سب کا تہوڑا ذکر کرتے ہیں۔

اوّل تعلیم کتابی پانچ چہہ برس کی عمر تک اکثر لڑکیاں بوجہ خلقی ضعف قوائے جسمانی کے اس قابل نہیں ہوتیں کہ ان پر کسی قسم کا بار ڈالا جائے اس زمانہ میں معمولی طور پر قاعدہ وغیرہ پڑہایا جاتا ہے۔ اور تربیت کے متعلق نشست و برخاست کے طریقے ادب و لحاظ کے رویّے تبلائے جاتے ہیں۔ چلا کر بولنے دوڑ کر چلنے مٹی کوڑے میں کہیلنے وغیرہ چہوٹی چہوٹی باتوں کی روک ٹوک کی جاتی ہے تاکہ ابہی سے بنا اچہی پڑے چہٹے ساتویں برس انکی تعلیم کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ ہمکو ان کے معاملہ میں اسی طریقہ سے اس زمانہ تک اتفاق ہے کہ ایسا ہی ہونا چاہیئے چہہ برس کی عمر کے بعد معلّمہ کے سپرد کی جاویں اور تاکید ہو کہ انکو تہوڑا سبق دیکر جلد یاد کرا کے چہٹی دیں۔ اور اٹہتے بیٹہتے چلتے پہرتے ہر موقعہ اور ہر حالت کو انکی دیکہے اور اصلاح کرے چونکہ لڑکیوں کے واسطے کتابی تعلیم کی بہت تہوڑی ضرورت ہے۔ اور دوسرے تعلیم ہنرمندی کی بہی ایسی دشوار اور ادق نہیں ہے۔ اور دل انکے بہت کمزور ہوتے ہیں۔ اس واسطے انپر جبر اور تشدد روا رکہنا مناسب نہیں ہے تربیت کی انکو واسطے نہایت ضرورت ہے اس پر ہر وقت معلّمہ کو خاص توجہ رکہنا چاہیئے۔

آٹھ برس کی عمر تک یوں ہی آنا کافی کی تعلیم کتابی ہونی مناسب ہے۔ اگر ساتویں برس سے نماز کی قید دیکھے ذمہ لگانی چاہیے جسکی نگرانی معلمہ کے ذمہ ہوگی۔ نو برس سے اشغال اونکی اوقات معین کیئے جاویں اور تعلیم کتابی اور سینا پرونا و خانہ داری کی تعلیم ساتھ ہی ساتھ کر دی جاوے۔ اول وقت تعلیم کتابی ہو اور دوسرے وقت سینے پرونے کی تعلیم اور دوپہر کی چھٹی کے وقت خانہ داری کی تعلیم ہونی چاہیئے۔ اول بعد قاعدہ کی تعلیم کتابی میں نماز کی ضروری چیزیں پڑھانی چاہییں بعد اس کے کلام اللہ شریف اس کے بعد مسائل کی کتابیں تاکہ ضروری مسائل نسوانی سے واقفیت حاصل ہو جاوے۔ اس کے بعد تعلیم کتابی کی ضرورت نہیں ہے جہاں تک ممکن ہو بلا اشد ضرورت کے لڑکیوں پر مار پیٹ کرنا روا نہ رکھا جائے۔

سینے پرونے کی تعلیم لڑکیوں کے گڑیاں کھیلنے کا جو دستور قدیم سے چلا آتا ہے اس کو اگلے لوگوں نے اسی مصلحت سے جاری کیا ہے کہ لڑکیوں کو کھیل کا کھیل اور تعلیم کی تعلیم ہو۔ اور اُن کے دل میں خود شوق سینے پرونے کا پیدا ہو جاوے اور اسی ذریعہ سے وہ سب طریقے سے واقف ہو جاویں۔ اس قدر چاہیے کہ لڑکیوں کو بڑی بڑی گڑیاں اور گڈے بنوائے جاویں اور اُن کے واسطے کپڑے لڑکیوں سے سلوائے جاویں۔ پرانے دھرانے کپڑوں کو رنگ برنگ کی رنگتیں دیکر گڑیوں کے طرح طرح کے جوڑے اور گڑیوں کے کپڑے لڑکیوں سے ابتداً سلوانا چاہیئے۔ اور جب اون کو سوئی کی گرفت کی مشق ہو جاوے تو بڑے کپڑے انہیں کے ہاتھ سے سلوانا چاہیئے۔ اور رفتہ رفتہ گھر والوں کے سادہ اور سیدھے کپڑے اُن سے سلوانے چاہییں اور اسی طرح گڑیوں کے کپڑوں سے ہی انکو کپڑا قطع کرنا بتلایا جاوے اور جب اس کو قطع کریں تو ان کے ہاتھ سے انکے کپڑے قطع کرا کر جب مہارت ہو جاوے تب گھر والوں کے کپڑے قطع کرائے جاویں۔ ان سب کاموں میں لحاظ رہنا چاہیئے کہ بجز تحکم اور جبر سے کوئی کام نہ کرایا جائے۔ عام قاعدہ ہے کہ جو بات ولاسے سے ذہن نشین ہوتی ہے۔ تشدد سے نہیں ہوتی بالعموم سینے پرونے کا کام دوسرے وقت لڑکیوں کو سکھایا جاوے۔ اور تین گھنٹہ سے زیادہ اس کام میں ان سے محنت نہ لی جاوے کیوں کہ زیادہ گھیر گھار اور محنت سے انکی آنکھیں اور دل کمزور ہونگے بعد چھٹی دینے کے انکو بہلا پھسلا اور بڑھاوا دیکر انہیں گڑیوں کے کھیل میں مصروف کرنا چاہیئے کہ بطور خود کھیلیں تاکہ اس میں بطور خود سینے پرونے کا سلسلہ بھی رہے اور مٹی کوڑے کے کھیل سے بچیں اور ایک جگہ نچلی بیٹھی رہیں۔ مقررہ وقت تعلیم میں مضائقہ نہیں ہے۔ اگر کوئی کھونپیا ترچن خراب ہو تو جہاں تک مرتبہ

شاباش دی جاتی ہے بڑھاوا دیا جاتا ہے ایک آدھ مرتبہ غیرت دلائی جائے کبھی آنکھ بھی دکھادی جائے
کبھی دھمکا بھی دیا جاوے کہ ہاتھوں میں سوئی چبھونا دیجاوے گی - بہت اچھی سیون پر جو انکی عقلیت
کے اعتبار سے اچھی ہو کبھی کبھی انعام بھی دینا چاہیئے تاکہ ان کے دل میں شوق پیدا ہو اور جلد سیکھنے
کی خود کوشش کریں اور جیسے جیسے ہاتھ بیٹھتا جائے اس کام میں ترقی کرانی چاہیئے تاکہ بارہ تیرہ برس
کی عمر تک انکو معمولی کپڑا قطع کرانا اور مردانہ زنانہ کپڑا سینا آجاوے - اور گوٹہ اور وذرہ کا کام بھی انکو سکے
بعد اس قدر سکھانا چاہیئے کہ محتاج نہ رہے - عورت کا اصلی جوہر سینا پرونا اور خانہ داری کا ہنر ہے یہ جس
عورت کو نہیں آتا وہ پھوہڑ کہی جاتی ہے - اور اپنی شادی کے بعد سسرال میں حقیر نظروں سے دیکھی جاتی ہے
اپنی اولاد کے وقت میں سینا پرونا نہ جاننے سے اس کو بے حد رنج اٹھانا پڑتا ہے - جب کہ دوسروں
کے بچے اچھے سلے ہوئے کپڑے پہنتے ہیں - اور یہ باوجود استطاعت کے بھی اپنے ہاتھ ہنر نہ ہونے کے
باعث تجھ مجھ کی منت ایک ٹوپی کے واسطے کرتی اور بے ہنر مندوں کی لاپرواہی دیکھتی ہے - ماکا فرض ہے
کہ لڑکی کو سب قسم کا سینا پرونا سکھائے تاکہ اس کو اپنی ضرورت کے وقت کسی کا منہ نہ تکنا پڑے -

خانہ داری

آٹھ برس کی عمر سے لڑکیوں کو خانہ داری سکھلانی چاہیئے اور اس کا ابتدائی
طریقہ یہ ہے کہ اول انکو ایک بڑا گھروندا بنوا دیا جاوے جس میں وہ بیٹھ اٹھ سکیں اور مٹی کے
کھلونے جس میں سب گرستی کی ضروریات کی چیزیں ہوتی ہیں منگوائی جاویں اور جس وقت انکو
تعلیم کتابی اور تعلیم ہنر سے دوپہر یا جمعہ جمعرات کو چھٹی ملے وہ اس کام میں مصروف کی جاویں کہ اپنی
گڑیوں اور ان اسباب گرستی سے اس گھروندے کے اندر خانہ داری کا کھیل کھیلیں دس برس
کی عمر تک ان کا یہی مشغلہ رہے - ماکو لازم ہے کہ انکی گھروندے کے سامنے معمولاً گھڑی دو گھڑی بیٹھے
اور انکو اسی کھیل کے ذریعے سب امور خانہ داری کی تعلیم دے مثلاً ان برتنوں کے نام انکے مصرف
انکے دھونے اوٹھانے کے مواقع اور حفاظت کے طریقہ گڑیوں کی پلنگ کی چوکی بچھنے کی جگہ انکی مراتب
کے امتیاز وغیرہ سب باتیں اور ان کے اسباب کہ کس وجہ سے فلان بات یوں کرنی چاہیئے -
اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو کیا نقصان لازم آوے گا - بتادے - اور وقتاً فوقتاً انسے سوال کرکے
دریافت کرتی رہے جس سے انکی یاد تازہ ہو اور امتحان اس کا بھی ہو جاوے کہ انکے ذہن نشین ہوا
یا نہیں - مثلاً باورچی خانہ جو صدر دالان سے علیحدہ بنایا گیا اسکی نسبت سوال کرنا چاہیئے کہ صدر دالان میں

کر دیا جائے تو کیسا اگر وہ جواب دیں کہ یہاں آنے سے دھواں تکلیف دیگا اور گھر کالا ہوگا تو سمجھنا چاہیئے
کہ لڑکی سمجھ چکی ہے کہ باورچی خانہ صدر سے علیحدہ بہتر ہے اور قریب نہ رکھنے سے یہ فائدہ ہے اور اگر مشکل
کرلے تو پھر نقصان اس کا سمجھانا چاہیئے۔ جب لڑکی کچھ سمجھدار ہو جاوے تو چھوٹی چھوٹی پتیلی کڑاہی۔ توا۔
وغیرہ بنوائے جاویں اور ان کے ہاتھوں سے ہنڈکلیاں اور روٹی پکوائی جاوے اور ہنڈکلیا کے ذریعہ
سے دال۔ چاول۔ گوشت۔ سادہ ترکاری کا کباب۔ پلاؤ۔ بریانی۔ سب چیزیں اپنے سامنے چند بار پکوا کر نمک
پانی مصالح وغیرہ کا اندازہ بتلاتی رہے۔ یہاں تک کہ ان کو پکانا آجاوے۔ بارہ برس کی عمر تک
لڑکی اس قابل ہو جانی چاہیئے کہ معمولی کھانا بلا امداد پکا سکے۔ اس کے بعد اپنے باورچی خانہ میں اس کو
دخل دینا چاہیئے۔ اور کھانا نکالنا۔ مردوں کو کھلانا۔ بچوں کے واسطے رکھنا چیز کی مقدار کے اندازہ
سے اسکی تقسیم اور خرچ کا شعور سکھلانا چاہیئے۔ جب انھیں انکو مہارت ہو جاوے تب تعلیم کی غرض سے
لڑکی کے اوپر خانہ داری کا تھوڑا تھوڑا بوجھ ڈالنا چاہیئے۔ مثلاً پاندان کا اہتمام انکے سپرد کر دیا جائے
کہ تم ذمہ دار ہو جتنے پان معمولاً گھر میں آتے ہیں انکو بازار سے منگاتی ہیں اور مناسب انتظام سے خرچ
کریں۔ پاندان صاف ستھرا رکھیں جب اس کام میں انکی انتظامی قوت کا اندازہ ہو جاوے تب
گھر کی جنس انکی تعلق کیجائے کہ وہ اپنے ہاتھ سے بقدر معمول کے نکال کر ماما کو دلا کے پکانے والی کو دیدیں
اور اپنے اہتمام میں پکوا کر کھلاویں اور دسترخوان اٹھاویں جب اس میں بھی پختہ ہو جاوے تب برس چھ مہینے
ماں کو چاہیئے کہ گھر کا پورا بوجھ لڑکی پر ڈال دے اور آپ صرف نگراں رہے۔ جہاں بے تدبیری دیکھے اس
واسطے سمجھا دے کہ ہماری رائے میں اگر اس کام کو اس طریقے سے کرتیں تو بہتر ہوتا۔ یا اس میں یہ فائدہ
ہوتا۔ تنبیہ اور ناخوشی انکے کسی کام میں نہیں کرنی چاہیئے چاہے نقصان ہی کیوں نہ ہو جائے اس واسطے
کہ تنبیہ سے لڑکی کا جی اوچاٹ ہو جاوے گا۔ اور ضرور وہ یہ کہیں گی کہ [illegible]
اور اس خیال سے وہ اس کام کو اگرچہ انجام کریں گی لیکن سر سے بوجھ اٹھانے کی جبر کریں گی اور پھر وہ
ترقی اور امنگ اور مناسب دلچسپی سب اٹھ جاوے گی۔ لڑکی کو ہر کام میں تعریف دے اور یہ کہا ہے
کہ اگر اس طور سے ہوتا تو اور بھی اچھا ہوتا۔ کھانے پینے دسترخوان اٹھانے میں جو جو احتیاطیں ہیں سب
موقعہ موقعہ سے بتانی چاہیئیں۔ اور صفائی کا بہت زیادہ لحاظ رکھنا چاہیئے کہ ہر وقت گھر صاف ستھرا
رہے۔ برتن جس وقت مصرف سے خالی ہوں دھو مانجھ کے اپنی جگہ رکھے جائیں۔ باورچی خانہ [illegible]

باورچی خانہ کی طرح سے کہیں کسی کی بہنکار نہو جاوے۔ کہانا صفائی کے ساتہہ نکالا جائے پہلے مردوں کو سلیقہ کے ساتہہ خود ٹہیک کہانا کہلاکے پہر برتن صاف کراکر عورتوں کے سامنے چنا جائے جب لڑکی یہ سب کام عمدہ طور سے انجام دینے لگے تب تہوڑی پیسہ کا خرچ بہی اگر بلحاظ مزاج کے اس قابل ہو بر لسے چندے اس کے ہاتہہ سے کرانا چاہیئے پہلے تہوڑا خرچ اندازہ کرکے دینا چاہیئے کہ اتنے خرچ میں اتنے دن چلاؤ اور ہمیں انتظام سے تمہارا جی چاہے خرچ کرو۔ بعد ختم اُن ایام کے دیکہنا چاہیئے کہ اُنکے انتظام میں کون کون باتیں اصلاح کے قابل ہیں ان کو عمدہ طرح سے جو لڑکی کو گراں خاطر نہووے بتلانا چاہیئے کہ اگر اس طرح کرو تو یہ فائدہ ہوگا۔ جب اس مُدت معینہ کا خرچ اندازہ کے موافق ہونے لگے تو پورے مہینے کا خرچ دیکر مہینے پر دیکہنا چاہیئے کہ کیا حالت رہی۔ اور درمیان درمیان میں جو امور قابل درستی ہوں اُنکی اصلاح ہوتی رہے۔ اور خیال رکہا جاوے کہ کسی پہلو سے لڑکی کو یہ نہ معلوم ہو کہ ماں نے اس کی مدد چاہنے کا گمان کیا۔ ہمیشہ اُس کے انتظام کی تعریف کرکے بطور اصلاح کے بات بتانا مفید ہوگا۔ کبہی کبہی اس انتظام کے زمانہ میں اُنکے کان میں بہنک ڈال دی جائے کہ ہم تو مہینے کا خرچ اتنے روپیہ میں چلاتے ہیں۔ دیکہیں تم اپنے انتظام میں ہمارے خرچ سے کچھ کفایت کرتی ہو یا زیادہ خرچ کرتی ہو۔ تمہارے انتظام میں آرام تو زیادہ ملتا ہے جو روپیہ زیادہ صرف نہو تب کی بات ہے۔ امید ہے کہ اس ذریعہ سے اُن کو خود کفایت پر نظر رہے گی مگر ماں کو چاہیئے اس کو کفایت خرچ کے پہلو بتاتی رہے۔ کیونکہ خانہ داری کی اعلےٰ صفت یہی ہے کہ کفایت خرچ کی ہووے۔ اگر لڑکی نے فی الواقع کفایت کی ہے اور آرام بہی دیا ہے تو ضرور تحسین اور انعام کے قابل ہے۔ دو چار مہینے میں اُسکو سب کام گہر کرنیکا آجاویگا اسی درمیان میں یا اس کے بعد ایک کام سکہلانے کے لایق ہے کہ اگر کوئی چہوٹا بچہ گہر میں ہے تو اس کی پرورش تہوڑے دن لڑکی کے تعلق کردی جاوے تاکہ اس کو چہوٹے بچوں کی پرورش کا طریقہ اور اُنکی ضرورتوں کی بہی تعلیم ہوجاوے ماں کا فرض ہے کہ اس کے تعلق کل کام بچہ کا کرکے اُس کو ہر چہوٹے وبڑے کاموں کو جو بچہ کے آرام و آسایش کے متعلق ہیں لڑکی کے ہاتہہ سے انجام کراتی رہے۔ اور اس کو بتلاتی رہے اس تعلیم کی بہت زیادہ ضرورت اس واسطے ہے کہ بعض مرتبہ دیکہا گیا ہے کہ اپنے بزرگوں کا سایہ سر سے اُٹہہ گیا ہے۔ اور گہر میں پہلوٹی بچہ کے وقت میں کوئی ایسا ہمدرد بڑا بوڑہا نہیں رہا کہ ان سب کاموں کو کرے اس وقت بڑی دقت پیش آتی ہے اگر پہلے سے یہ سب کام

سیکھی ہوئی نہیں رہتی - میری تو یہ رائے ہے کہ اگر ممکن ہو تو نزت کا پیدا ہوا بچہ لڑکی کی سپردگی میں دینا چاہیئے تاکہ چھوٹی چھوٹی کی ضرورتوں سے بھی واقفیت حاصل ہو جاوے - اس زمانہ میں بچوں کی حالتیں جلد جلد تبدیل ہوتی رہتی ہیں اس واسطے اسی وقت سے تعلیم زیادہ مفید ہو گی ماکو بہت ہوشیاری اور خبرداری سے اتنے چھوٹے بچے کا کام ایک نا تجربہ کار لڑکی سے لینا چاہیئے تاکہ بچے کو تکلیف نہ پہونچے - اور لڑکی کی بھی تکمیل ہو جاوے اُن کا تیل اوبٹن نہلانا دھولانا دودہ گھونٹی گو۔ موت۔ پہننے پڑنے کپڑے کی درستی وغیرہ وغیرہ سب کام اُسی لڑکی سے لینا چاہیئے - اور بہت زیادہ حفاظ صفائی کا دلانا چاہیئے - غرض یہ کام بہت پورے طور سے لڑکی کے ذہن نشین کرا دیا جاوے جو اس کی اپنی ضرورت کے وقت میں بہت کار آمد ہو گا -

یہ سب کام لڑکی کو چودہ برس کی عمر کے اندر سکہلا دینا مناسب ہے جس کا ہمنے ذکر کیا ہے کیونکہ اس وقت تک اس کی شادی کا زمانہ قریب ہو جائے گا اور بعد شادی کے ماکی ہاتھ سے موقعہ ان سب تعلیموں کا نکل جاوے گا اگر یہ کام لڑکی کے ہاتھ سے میکے میں نہ نکل جائینگے تو ایک فنت اس کو انکے معلوم نہونے سے سخت تکلیف اُٹھانی پڑے گی - میرا خیال ہے کہ اگر اس طریقے سے جیسا میں نے بتایا ہے لڑکی کو خانہ داری کی تعلیم میکے میں ہو جاوے گی تو بعد شادی کے اپنی ضرورتوں میں وہ نہ رہیگی - اور کسیکی منت نہ اُٹھائے گی کیونکہ مادّہ ہر کام کا اس میں موجود ہوگا -

سُگھڑپن! جو باتیں سینے پرونے یا خانہ داری کی ہمنے بتائی ہیں - ادمیں سگھڑپن کی ضرورت ہے اگر وہ نہیں ہے وہ سب مٹی ہے سگھڑپن کی دو قسمیں ہیں ادنٰے درجہ اس کا یہ ہے کہ اپنی گرستی اور بال بچوں کی حالت کو اپنے خرچ سے اُجلا رکہے - اور اعلےٰ درجہ دو ہے کہ خرچ کم ہو اور انتظام سے کم خرچ میں بچوں کی حالت گرستی اُجلی اور ستھری رہے - اگر واقعی پوچھو تو ادنٰے درجہ جو بیان کیا گیا ہے وہ سگھڑپن نہیں ہے - مگر ہمنے اس کو اس واسطے شامل کر لیا ہے کہ بعض پھوہڑ عورتیں ہمنے دیکھی ہیں کہ خرچ کرنے پر بھی انکی گرستی گندی - اور اولاد بے گتی رہتی ہے ورنہ وہ شمار شمار کے قابل نہیں ہے اسی واسطے ہم اس کا تذکرہ نہیں کرتے (تعریف اور سگھڑپن وہی ہے کہ جس کو ہم نے اعلےٰ درجہ میں لکہا ہے - یہ باتیں کہنے سننے سے لڑکیاں ہرگز نہیں سیکہ سکتیں بلکہ ان کے ذہن نشین جب ہی ہو سکتی ہیں کہ جب مائیں خود سگھڑپن کی چال اختیار کریں - اور لڑکیاں ماؤں کو دیکہیں کہ وہ اپنی گرستی اپنی اولاد کی داشت کس سلیقہ

سے کرتی ہیں۔ اگر مائیں اپنے گھر کو صاف ستھرا نہ رکھیں گی تو ضرور ہے کہ اولاد کی طبیعت میں غلاظت ہو وے گی
کیونکہ بچپنے سے وہ گھورے میں رہنے کی عادی ہے انکے گھر بار برتن بھانڈے بیلے اور تمام گرستی
گندی باورچی خانہ مکھیوں کا بسیرا ہوگا۔ ایسی ماں کی اولاد اپاہج ہونا کیا معنی اس واسطے کہ وہ سمجھتی ہے
کہ گھر کے مالک کا کام ہی یہ ہے کہ ہانڈیاں توڑا کرے۔ ماں اگر جنس اصلی کو اپنے ہاتھ سے نہ دیگی اور اصیل پہ گھر چھوڑ دیگی تو
اولاد ضرور سمجھے گی کہ بزرگوں کا دستور یہی ہے اور نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ انکی چیز بست کی خاک اوڑیگی۔ اور
گھر کا گھر واہو جائے گا۔ یہ ہم نے مانا کہ ماں کو کوئی اصیل اعتبار کے لائق مل گئی ہو مگر اس کے ساتھ یہ تو
لازم نہیں ہے کہ اولاد کو بھی ایسا ہی آدمی ہاتھ آ جائے۔ اولاد تو جو کچھ سیکھے گی ماؤں سے سیکھے گی اور
اس سیکھنے کی بدولت عمر بھر تکلیف اٹھائے گی۔ اس واسطے ماؤں کو مناسب ہے کہ چاہیئے اُن کو اصیل قابل
اعتبار ملی ہووے مگر وہ طریقہ اختیار نہ کریں جس کا نتیجہ اولاد کے واسطے خراب ہو بلکہ ہر کام ہر بات میں رکچھ
اسی پر منحصر نہیں ہے (اس وقت سے جب سے کہ لڑکیوں کو ہوش ہو جاوے ان باتوں کو خود اختیار
کریں جو روییہ اپنی اولاد کے واسطے مناسب خیال کرتی ہیں قدرتی طور سے بچوں میں قوت اخذہ
رکھی گئی ہے کہ جس کے ذریعہ سے وہ تمام کام خود سیکھتی ہیں پس جیسی عادت جیسے طریقے لڑکیاں اپنی ماں کو
دیکھیں گی ویسی ہی خود بھی اختیار کریں گی چاہے اس میں بھلائی ہووے یا نتیجہ خراب نکلے۔ اسی طرح ماں اگر
اپنا اپنے بچوں کا پہنا پرانا کپڑا اورت کرکے نہ پہنے پہناویں گی تو ضرور اس کی اولاد کو ایک وقت بے گنا کھینا
پڑے گا۔ ماں اگر ایک دفعہ اچھا کپڑا اپنا کر اپنے ہی گھر میں پہن پھاڑے گی تو ضرور اس کی اولاد بھی برادری
میں اچھی حالت سے شریک نہ ہو سکیگی کیونکہ اس کی تعلیم نہیں ہوئی ہے کہ بیاہ برادری کے وقت کو
عزت کا کپڑا اسینت رکھا جائے۔ غرض ایسی صد ہا مثالیں ہیں کہ جو لڑکیوں کی تعلیم کے واسطے ماؤں کو خیال
کرنے کے لائق ہیں ہم نے مانا کہ ماں کو خدا نے جو مقدور دیا ہے ہر قسم کی خرد شہ نہیں مگر یہ کون جانتا ہے کہ اسکی
لڑکیاں بھی مقدور والیاں ہوں گی اور انکی یہ کون عقلمندی کی بات ہے کہ امارت کی وجہ سے آدمی گھر
کو خاک ملا کر رکھنے اور خرچ انتظام سے نہ کرے اگر چار پیسے کسی انتظام سے بچیں گے وہ اپنے کام آویں گے۔
لڑکے بالے ناتی پوتے سب اپنے ساتھ ہیں۔ کون جانے کیا کام پڑے ہاتھ خالی ہوگا تو ضرور تنگ رہیگی
یا کوئی زیور اپنا خواہ کسی غیر کا جو رہن ہو کر بنئے کے سود میں ڈوبے گا۔ برادری میں سب طرح کے لوگ
ہیں۔ جو لوگ موٹا جھوٹا پہنتے ہیں یا جو لوگ پیوند پارہ کرکے تن پوشی کرتے ہیں انکی عزت بیاہ برادری کو

مجت میں کچھ کم نہیں سمجھی جاتی - پس جب برادری میں امیر و غریب سب برابر ہیں تو عقلمند کے یہ معنی ہیں کہ اپنا آگا پیچھا دیکھکر چال چلے اور اپنی چال سے اپنی اولاد کو وہ چال سکھلا دے کہ اگر اُن کے مقدر میں فراغت نہیں ہے تب ہی نباہ لے جاویں اور اپنے سوگھڑپن سے اپنی عزت بنائے رہیں ہماری نظروں میں ایسی بیبیاں ہیں - کہ اپنے انتظام سے آپ اور اپنے بچوں کو تھوڑے خرچ میں ایسا اجلا رکھتی ہیں کہ حیرت ہوتی ہے - اون کے بچوں کو یا انکو کبھی بے گتا نہیں دیکھا اور ایسی بھی بیبیاں ہی ہیں کہ جوز یادہ دام لگا کر دو جوڑے اچھے بنالیں گی اور جب چار دن میں وہ میلا ہوگیا اور دھوبی نے دیر کی اٹھواروں وہی چکٹ پہنے رہیں گی اور نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ کپڑے وقت سے پہلے پھٹ جائیں گے یا جاڑہ ختم ہونے کے بعد جاڑے کے کپڑے گو کہاتے پھرتے ہیں - انکا دھرنا اور اٹھانا مشکل ہے - پتہ بھی نہیں چلتا کہ کون کپڑا کہاں ہے جب نئے جاڑے آئے تو انکو پورا سامان از سر نو کرنا پڑا - مگر سلیقہ مند اور سگھڑ بیبیاں ایسا نہیں کرتیں وہ گرمیوں کے دو ایک جوڑے دھرنے اوٹھانے کے ایک دفعہ بنالیتی ہیں جو کئی برس کام آتے ہیں - اور معمولاً کم قیمت کپڑے گھر دل میں پہنتے ہیں تاکہ جاڑے کی کفایت ہو جو وقت پر کام دے یا جاڑوں کے چاہے پورانے ہی کیوں نہوں اگلے سال تک رہنے دیتے ہیں اور نئے سال میں جنکے ابرے درست ہیں استر بدلکر یا جنکے استر درست ہیں ابرے دوسرے یا تازہ رنگ کر کے فوق البھڑک بنالیتے ہیں - رضائیاں ہمیشہ پرانے دوپٹوں کی رنگوا کر بناتی ہیں اور انکی جگہ نئے کو دوسرے دوپٹے بناتی ہیں تاکہ گرمیوں کا ایک سال بسر ہووے اور اگلے سال بشرط ضرورت کسی کی رضائی میں کام دے - اسی طرح بچوں کے کپڑوں کا الٹ پھیر کیا جاتا ہے کسیکو پھر رنگوا دیا کوئی زیادہ میلا ہوگیا تو شوب دیکر اس کی حالت تبدیل کر دی جو کپڑے ردگرداں ہونے کے لائق ہیں انکو اس تدبیر سے درست کر کے بچوں کے گت تھوڑے خرچ میں بنا دئے - گرمی میں بچوں کو موٹے کپڑے پہناتے ہیں کہ دام کم لگیں اور بدن بھی آرام میں رہے ایک دو جوڑے میلے ٹھیلے بیاہ برات کے واسطے الگ رہتے ہیں کہ وقت کے وقت پہنا کر پھر اوتار رکھے (بڑے بڑے گھروں میں بچوں کے کپڑوں کا یہی انتظام ہے بچوں کے نزدیک گزی گاڑھا اور ریشمیں کپڑے سب برابر اور گھڑی بھر کے ہیں قیمتی کپڑے اور کم قیمت لڑکوں کی ایک لوٹ میں سب گرد برد ہو جاتے ہیں - اس واسطے سلیقہ مند عورتیں بچوں کو اچھا کپڑا خاص وقت کے واسطے بناتی ہیں - ورنہ معمولاً فائدہ مند مضبوط - جس میں بدن حفاظت سے رہے بنایا جاتا ہے کپڑے نہ سکیڑیں تو جسے جو بیان کیا گیا - اگر بہو سلیقہ مند

عورتوں کی چال اپنی لڑکیوں کے سامنے برتیں گی تو انکو امید کرنا چاہیئے کہ انکی لڑکیاں بھی اس معاملہ میں گہڑ ہوں گی ورنہ نہیں ہو سکتیں۔ غیر ممکن ہے کہ اس کے خلاف دیکھیں اور سوگہڑ بنیں۔

کہانے کا سگہڑاپا یہی ہے کہ معمولی صرف میں کئی طرح کا کھانا پکایا جائے اور ادلتا بدلتا رہے مثلاً سیر بھر گوشت معمول کا ہے اسی میں چار بوٹیاں پسوا کر سیخ کے کباب بنائے کبھی شامی کباب کی چار ٹکیاں تل لیں کبھی تھوڑا قیمہ بنوا لیا۔ گوشت کی کمی مختلف ترکاریوں سے پوری کر دی کبھی سادہ قورمہ پکا دیا کبھی تھوڑا چاول پکا دیئے اور ایک دو رکابی دسترخوان پر رکھدی کبھی دو طشتری کا میٹھا پکا دیا۔ ادلتی بدلتی چٹنی اچار دسترخوان پر دیئے کوئی مہمان آگیا تو جھٹ پٹ تھوڑے خرچ میں کئی طرح کے کھانے تیار کرکے اس کے سامنے۔ جن بیبیوں میں اس قسم کا سلیقہ نہیں ہے وہ اپنے مردوں کو کوئی آرام نہیں دے سکتیں معمولی راتب کو تو ہمیشہ منگا رکھی پکا رکھدیتی ہے کہ میاں کو غرض ہوگی کھائیں گے عورتوں کی ذات سے کیا آرام ملا

گرستی کا سلیقہ اور سگھڑپن یہ ہے کہ گھر کی کل چیز بست ایک قرینہ سے اپنی جگہ رہے جو چیز جہاں سے وقت ضرورت اٹھائی جائے پھر بعد ختم اس ضرورت کے اسی موقعہ پر رکھی جائے جو اس کے رکھنے کے واسطے ہو۔ پڑی پڑی لاوارثی مال کی طرح نہ پھرے۔ کپڑے لتے جو نگرانی کے لائق ہیں انکی معمولی وقت پر نگرانی ہو نہ یہ کہ جو اول ایک جگہ ڈال دی جائے اس میں دیمک لگے یا کیڑا کھا جائے پھر اگلے سال ہی دیکھی جائیگی درمیان میں کوئی پرسان حال نہیں۔ گرمی کے کپڑے ہر جگہ کو کھاتے ہیں کوئی چوکیوں پر پڑا ہے کوئی بچھونے کے نیچے دبا ہے کوئی غسلخانہ کی کھونٹی پر ٹنگا ہے۔ لڑکوں کے کہیں ہیں بڑوں کے کہیں۔ غرض جس نے جہاں اتارا پھر وہاں سے نہ اٹھایا۔ دھوبن آئی اس وقت جو نظر کے سامنے پڑ گئے بلا اس خیال کے کہ جوڑا پورا ہے یا نہیں اس کے حوالہ کر دیا گیا۔ جو آیا رکھدیا۔ یہ طریقہ سگھڑپن کا نہیں ہے بلکہ پھوہڑاپا ہے۔ سگھڑپن کا کام ہے کہ سب کپڑے میلے ایک معین جگہ پر رکھے جاویں دھوبن کو سنبھال کر دئے جاویں انکی شکستگی ریختگی کی نگرانی ہو جو بدلنے پر پہنچ جاویں پہلے اسکی درستی ہو کر دھوبن کو دیا جائے۔ پہنّوں کے کپڑے جب قابل مرمت ہوں اس کا علم ہو کر فوراً ہی مرمت کر دئیے جاویں۔ ورنہ اگر دو انگل کی کھونپ ہے گھڑی بھر میں ایک بالشت ہو جائے گی اور پھر بہت بھر میں مرمت کے قابل نہ رہیں گے۔

گھر جھاڑو بہارو سے ہر وقت صاف رہے برتن بعد کھانے کے منجے منجائے ہوں باورچی خانہ لیپا پوتا صاف ستھرا رکھا جائے۔ اور ہر چیز اپنی جگہ قرینہ سے رکھی رہے جو دیکھے گھر چاند سا معلوم ہو

معاملہ ہر ایک سے صاف ہونا چاہیئے۔ کاچھن ساگ ترکاری کے دام کو نجران دام ... ارو دے کے دام کو فصلی
گورنمنٹ کے دام کو مہنگی بتاتی اپنی اپنی خواہ تو صبح سے شام تک پھر پھر جاتے ہیں اور آج کی بلا کل پر اور کل
کی پرسوں پر ٹال دی جاتی ہے ایسے لوگ ہر شخص کی نظروں میں ذلیل اور حقیر ہیں۔ اگر پیسہ کا ٹھکانا نہیں ہے
تو چیز ہی قرض لینا اس اتفاقاً شدید سے نہایت نازیبا ہی اور پیسہ ہی تو لے لیا تو جواب آپ ذلت کی
بات ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ایک وقت پر روپیہ ہوتے ہوئے پیسہ نہیں ہے تو معمولی ادھوا لی چیز
پیسہ دو پیسہ کی چیز لی جائے وعدہ پر۔ مگر جب ایسا کیا جائے تو اپنے ذمہ بار سمجھ کر پیسہ یا پیسہ دو کا علیحدہ
کر کے رکھا جائے کہ اگلے دن اس کی صورت دیکھتے ہی اس کے حوالہ ہو۔

سینے پرونے کی کھڑائی یہ ہے کہ ہر پوشش قطع کر کے اوڑھنا جائے۔ جوڑ دونوں میں صفائی ہو حتی الوسع
وہ تدبیر ہو کہ جوڑ معلوم نہ ہو۔ قطع کرنے میں کپڑا ضائع نہ ہونے پائے۔ جو کپڑا بچے اگر ٹکڑا نہ ہو حتی الامکان
ایک سلسلہ سے ہو تاکہ دوسرے کام میں آسکے گوٹہ کناری کے کام میں پھول پتیوں کا لحاظ رہے کہ برابر
ہوں گوٹے کا کام تو بڑے مال لگانے میں پہلا ہے تاکہ خرچ کے اعتبار سے کام نظروں میں زیادہ جچے۔

پرورش اولاد کا سگھڑاپا یہ ہے کہ بچے صاف ستھرے رہیں۔ ان کے نہلانے دھلانے کا خیال رہے
کپڑے جلد جلد بدلوائے جائیں۔ بجائے ایک عمدہ جوڑے کے دو تین جوڑے موٹے کپڑے کے ہوں تا
اور صاف پہنانا اس عمدہ سے کہیں درجہ بہتر ہے جو بوجہ کمی کپڑوں کے میلا کیا جاتا ہے۔ لڑکیوں
کے سر آٹھویں دن دھوئے جانے چاہئیں۔ یہ کوئی سلیقہ ماں کا نہیں ہے لڑکیاں سر جھاڑ منہ پہاڑ
صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک سر کھولی رہیں اور سر پر بال سابن کے بہن کی طرح ہوتے
ہوتے ہیں چاروں طرف سر کے بالوں کی جھالریں لٹک رہی ہیں۔

بچے کی تعلیم و تربیت کا ہر وقت خیال رہے اور ہر نا واجب کام پر ٹوکے جائیں۔ یہاں تک کہ اس کو
ترک کر دیں اچھی خصلتیں سکھائی جائیں۔

ہم ایک آدھ جگہ اس بات کو لکھ چکے ہیں اور پھر بھی کہیں گے کہ سلیقہ یعنی سگھڑپن لڑکیوں کو نہیں
آسکتا جب تک ماں خود ان سب باتوں کو اپنی عادت نہ کرے۔ بچے اپنے ماں باپ کو جیسا کرتے دیکھتے ہیں
ویسا کریں گے چاہے بری عادت ہو یا بھلی۔ جو باتیں ہم نے اوپر لکھی ہیں وہ مثالاً تھوڑی سی لکھی
ہیں ورنہ بہت سی باتیں ہیں اگر مفصل لکھی جاویں تو ایک بڑا دفتر چاہیئے۔

جب مائیں ان چاروں صنفوں کی تعلیم اپنی اولاد کو دیں جنکا ہم نے ابتدا میں ذکر کیا ہے تب سمجھنا چاہیئے کہ انہوں نے اپنی ذمہ داری پوری کی - ماؤں پر لڑکیوں کا حق ہے کہ وہ ان باتوں کی تعلیم دیں جنھیں ماں نے نہیں سکھایا گویا حق اولاد کا ادا نہیں کیا - اور جس نے ادا نہیں کیا اس کو اولاد سے امید بہتری کی زندگی میں یا فاتحہ و درود کی بعد مرنے کے رکھنی فضول ہے جب ماں باپ نے اولاد کا حق ادا نہ کیا تو اولاد کیا ادا کرے گی -

ان سب باتوں کے بعد مجھکو ایک بات اور سکھلانے کی بتانا رہ گئی ہے یعنی یہ کہ مائیں اپنی لڑکیونکی زندگی راحت سے بسر ہونا چاہتی ہیں تو انکو اپنے شوہروں کی فرماں برداری کرکے اس بات کو سکھلانا مقدم سمجھیں - اگر اطاعت شوہر کا مادہ اونکے دل میں نہ ڈالا جائے گا تو یہ تمام ہنر مٹی ہو جائیں گے غیر مطیع عورت سے شوہر راضی نہیں ہو سکتا - اور جب وہ راضی نہیں عورت کی زندگی آرام سے کٹنا غیر ممکن ہے -

جب لڑکی سیانی ہو جائے جہاں تک جلد ممکن ہو اسکی شادی ہونی چاہیئے اور یہ فرض ماں باپ کا ہے کہ اس کا بیاہ اپنے ہم قوم میں نیک بخت اور ہونہار لڑکے سے کریں اور دعا دیں کہ خدا اس کو اپنی امان میں رکھے - اور اپنی پسندیدہ راہ پر چلنے کی ہدایت دے -

پہلے ہم وعدہ کر چکے ہیں کہ بشرط موقعہ ماں باپ کی مشترک ذمہ داریوں کا بیان کریں گے چنانچہ اس کی نسبت بھی ذیل میں تھوڑا تذکرہ کیا جاتا ہے -

ماں باپ کی مشترک ذمہ داریاں

واضح ہو کہ انسان کی عمر کے چار زمانہ ہیں - نادانی - سن تمیز - جوانی - بڑھاپا - ابتدائی تین زمانوں کے متعلق ماں باپ کی مشترک ذمہ داریاں ہیں اُن کا مختصر بیان کیا جاتا ہے -

زمانہ نادانی میں وقت معین پر عقیقہ کرنا - نام اچھا رکھنا - اُن تدابیر کا عمل میں لانا جو مفید پرورش ہوں - سن تمیز میں بھی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری اور اسکی کدر رکھنا اور بیجا پر روک ٹوک کرنا - ماں باپ کا کام ہے گو ہم نے ان خدمات کو علیحدہ علیحدہ ماں باپ پر تقسیم کر دیا ہے - لیکن اس کا منشا یہ نہیں ہو سکتا

کہ دوسرا بری الذمہ ہو جاوے یعنی باپ سمجھے کہ لڑکی پر تاکید نہ رکھیں یا ماں سمجھے کہ لڑکی کی تعلیم و تربیت کی روک ٹوک ہم نہ کریں۔ یہ تخصیص واسطے آسانی کام اور ان ضرورتوں کے کر دی ہیں جو لڑکی و لڑکے کو ہے بغیر بلحاظ اس کے کہ کون اس کی کفالت کے واسطے مناسب ہے۔ ورنہ ذمہ داریاں مشترک ہیں اور جب خدانخواستہ ماں باپ میں سے ایک نہیں رہتا تو دونوں کی تعلیم و تربیت کا ذمہ دار ایک ہو جاتا ہے مگر سچ یہ ہے کہ وہ ذمہ داری پورے طور پر انجام نہیں ہوتی۔

بعد جوان ہونے کے شادیاں کر دی جائیں۔ لڑکی کی شادی جوان ہونے کے بعد جہاں تک جلد ممکن ہو کرنی مناسب ہے۔ اور لڑکا اگر اس کی آوارگی کا خیال نہیں یعنی اس کی اچھائی چال چلن پر بھروسہ ہے تو چوبیس ۲۴ برس تک روکا جاوے اور پچیس برس شادی کیجاوے۔ اپنے لڑکے کی نسبت کا پیام اس وقت دیا جاوے کہ پورا اطمینان اُس لڑکی کی بھلائیوں پر ہو جائے۔

جب تک لڑکے لڑکیاں سن تمیز کو پہنچکر انکی حالت مزاج وغیرہ کی قابل اطمینان نہو جائیں نسبت کا تذکرہ کرنا سخت نادانی ہے چاہے اپنی ہو چاہے پرائی۔ میاں بی بی میں جو نا اتفاقیاں پیش آتی ہیں اور جنکی وجہ سے تمام عمر دونوں کی زندگی اجیرن کٹتی ہے اس کا بڑا سبب یہی ہے کہ ماں باپ اپنی عزیز داری اور گھر دیکھکر چوپ کے مارے بچپنے میں نسبت کر لیتے ہیں نہ لڑکی والا لڑکے کی قابلیت اور چال چلن وغیرہ اور مناسبت مزاج کا اندازہ کر سکتا ہے۔ اور نہ لڑکے والا لڑکی کی نشاد اور مزاج اور تربیت پر نظر ڈال سکتا ہے۔ بعض دفعہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ماں باپ نے خوشی کے مارے بچپن میں نسبت تو کر دی مگر کسی عارضہ کی وجہ سے اس کے بعد کوئی نقص جسمانی ہو گیا یا تندرستی ہی خراب ہو گئی یا لڑکی بیہوش بدمزاج نکلی یا لڑکا جاہل جھٹ رہگیا یا وہ بدچلن نکلا ایسی بہت سی باتیں ہیں جنپر پہلے لحاظ ہو کر نسبت کا نام لینا چاہیئے ورنہ یہ کہا جائیگا کہ ماں باپ نے اپنے شوق اور حوصلہ پورا کرنے کے واسطے اپنی اولاد کو دائم حبس کیا۔ اور اولاد بھی سمجھدار ہو کر اس بات کو سمجھیگی ایسی کم سنی کی نسبتوں میں یا تو بیاہ کے وقت ان نقصانات سے مطلع ہو کر جیتی مکھی نگلنی پڑتی ہے۔ یا اگر شادی سے انکار کیا تو تمام عمر کے واسطے جن لوگوں سے انکا نسبتیں ہوئی تہیں اُن سے بیر لیا جاتا ہے۔

اگر شادی ہو گئی اور نا اتفاقی سے مرد کو زیادہ تکلیف پہنچی تو اس کو تو اختیار حاصل ہے کہ دوسری شادی کر کے اپنی دلبستگی کرے۔ اور اُن نیک بخت کو جنہوں نے پریشان کیا ہے رہنا بتلاوے مگر عورت

بچاری کی مٹی برباد ہوئی

ہم نے مانا کہ خرابیاں لڑکا لڑکی میں ہونے کا بچپنے میں اندیشہ کیا گیا ہے اور شادی کے بعد بھی پیدا ہو جاویں اور ممکن ہے کہ جن کے سن تمیز میں آئندہ امید اچھی معلوم ہوتی تھی وہ جوانی میں خراب نکلے مگر اول تو ایسا اتفاق ہی کم ہوتا ہے مثل مشہور ہے کہ لال کے پاؤں پالنے میں معلوم ہوتے ہیں۔ اور اگر ہوا بھی تو ایسا ہی آوے اتفاق بدل گئی اور بالفرض سب برعکس ہو گیا تو بھی ماں باپ کا فرض پورا ادا ہو گیا کہ انہوں نے اپنی ذمہ داری کے موافق سب بھلائیاں دیکھ لیں اور اپنے حوصلے کے واسطے دیدہ و دانستہ اولاد کی گردن نہیں ماری۔ اتفاق کی دوسری بات ہے۔

افسوس ہے کہ دولہن کی ماں کی ٹھونک بجا کر لی جائے جو چار روز کے واسطے ہے۔ اور اتنا بڑا کام بے سمجھے بوجھے کیا جاتا ہے اور کچھ پرواہ نہ کی جائے کہ اس کا اثر ہماری اولاد پر کیا پڑے گا۔ یہ صحیح ہے کہ مقدر کا حال کسی کو معلوم نہیں ہے۔ مگر اپنی سی کرنی چاہیئے اور جو نہ کرے گا اس کی اولاد ہی ماں باپ کو بدسلوک ٹھہراوے گی۔ آپ نے جو نسبت ناتے چاؤ چوچلوں میں صدہا روپے خرچ کئے اس وقت ان کو خبر بھی نہ تھی کہ دولہن کون اور دولہا کیا چیز اور نسبت ناتہ کس کو کہتے ہیں وہ تو نتیجہ دیکھینگے جو ان کو بھگتنا پڑے گا اور یہ سمجھیں گے کہ ماں باپ کے ہاتھوں یہ دکھ ہوتے ہیں جو اپنے کو جاں نثار ثابت کرتے تھے۔

لڑکی لڑکے کی شادی بیاہ میں زیادہ خرچ کرنا بھی ہم اولاد کے حق میں بدسلوکی سمجھتے ہیں جیسی چھٹی چھلہ مونڈن عقیقہ دودھ چھڑائی مکتب خانہ روزہ کشائی منگنی بیاہ چالے بیند بالے وغیرہ میں جو کچھ دھوم دھڑکا کیا جاتا ہے یہ سب ماں باپ اپنے واسطے کرتے ہیں۔ اولاد سے کوئی واسطہ نہیں ہے نہ وہ احسانمند اس کے ہو سکتے ہیں۔ نہ انکو کوئی فائدہ اس خرچ سے پہونچتا ہے نہ انکو اس وقت اتنی سمجھ ہوتی ہے کہ سمجھیں اور جب سمجھ ہوگی تو غالباً اس بات کو سمجھینگے کہ جو روپیہ والدین نے ان فضولیات میں برباد کیا اگر بجائے اس کے ہمارے واسطے کوئی سرمایہ جوڑا ہوتا تو بہتر تھا۔ بعضے ماں باپ انہیں فضولیات کے اخراجات کی وجہ سے اپنی اولاد پر قرضہ چھوڑ جاتے ہیں یہ ان کے اوپر ظلم ہے۔ اگر ان تقریبوں میں کم خرچ کیا جائے تو اولاد کو کوئی نقصان نہیں نہ زیادہ خرچ میں انکو کوئی نفع ہے۔ بجائے ان خرچوں کی تعلیم و تربیت میں خرچ کیا جاتا تو اولاد اپنی سمجھ کے وقت احسانمند ہو سکتی تھی ان تقریبوں کی

یہ دھوم دھام محض والدین کے شوق ونام آوری کے واسطے ہوتی ہے - اولاد کے واسطے ہرگز نہیں ہے
اولاد کے واسطے وہ چیز ہے جو اولاد کے کام آوے -

ہم یہ نہیں کہتے کہ شادی بیاہ میں خرچ نہ کرو مگر یہ ضرور کہیں گے کہ ہو تو قرض لیکر نہ کرو جب ہو تو اُس اندازے سے کرو کہ سب اولاد کی تقریبوں میں (جن کو تم اپنی ذمہ داری سے کرنا چاہتے ہو) کافی ہو کر اتنا بچ رہے کہ آئندہ خرچ کو کفایت کرے - جو لوگ قرض ادھار کرکے یا جائیداد رہن کرکے حوصلہ نکالتے ہیں وہ سخت حماقت میں مبتلا ہیں اون کو چند روز بعد مہاجن سے منہ چھپانا یا اپنی جائیداد ضائع کرکے محتاجی کی تکلیف اٹھانا پڑتی ہے -

جہاں تک دیکھا گیا ہے عورتیں خرچ کے وسائل پر بہت کا زیادہ تر ذریعہ ہوتی ہیں - وہ کہتی ہیں کہ اگر ہم تقریبوں میں خرچ نہ کریں گی تو برادری میں ناک کٹ جائے گی - ہم اس خیال کے مخالف ہیں - اس واسطے کہ برادری ایک کثیر جماعت قومی کا نام ہے جس میں سمجھ والے ان سمجھ معمولی عقل سب قسم کے لوگ شامل ہیں - سمجھدار خود اپنے کاموں میں اس بات کو سوچتے ہیں کہ پونجی کس قدر ہے اور ہمیں کیا کام کرنے ہیں اور بعد ان کاموں کے کیا ضرورتیں پیش آویں گی - اُنکے نزدیک اپنا پرایا جو کام بغیر عاقبت اندیشی کے کیا جائے گا قابل اعتراض ہوگا - نہ کہ اس کے خلاف کرنے پر کسی کی ناک پر ہاتھ پھرائے گے -

معمولی عقل والے واجب خرچ پر نام نہ رکھیں گے اور بے اندازہ پر اعتراض نہ کریں گے کہ برا کیا ایسا نہیں چاہیئے - ان دونوں فرقوں سے تو ناک کو کوئی صدمہ نہیں پہنچ سکتا اب رہے اَن سمجھ وہ لوگ ہر حالت میں ایک نہ ایک الزام دیں گے چاہے تمام گھر خاک کردو - چاہے نہ کرو - اگر انہیں کے ہاتھ ناک ہے تو فولادی خول پر بھی اس کی خیر نہیں ہے - پہلی ہی تقریب میں یقیناً اُس کا صفایا ہے - عقل کا مقصد یہ ہے کہ جب ان سمجھوں کے ہاتھ سے کسی طرح مفر نہیں ہے تو انکے کہنے کی پرواہ نہ کی جائے اور اپنے آپ کو آئندہ تکالیف کے خطرہ سے بچا لیا جائے - اُنکے الزاموں کی نسبت پہلے دو فرقہ کے لوگ جب اعتراض نہیں کرتے تو کوئی اندیشہ نہیں ہے - انکے کہنے سے کیا ہو سکتا ہے - اور اگر ہو بھی تو کئی دن کو - ہمنے وہ لوگ بھی دیکھے ہیں جنہوں نے باوجود مقدرت کے کچھ نہیں کیا - وہ بھی جنہوں نے اندازہ مناسب سے صرف کیا - وہ بھی جنہوں نے گھر کھو کے بیاہ شادیاں کی ہیں - مگر نتیجہ یہی دیکھا ہے

کہ مہینا بیس روز سو پچاس آدمی اچھا یا بُرا کہہ کے چپ ہو رہتے ہیں - اس کے بعد کوئی ذکر بھی نہیں کرتا - جن لوگوں نے اندازہ سے زیادہ خرچ کئے اکثر دیکھا گیا کہ وہی لوگ انکو اُلو بناتے ہیں جن کی واہ واہ کے واسطے خرچ کیا گیا تھا قید جاتے سیکڑوں ذلتیں اٹھاتے جایداد نیلام ہوتے بھی انہیں ناعاقبت اندیشوں کی دیکھی گئی ہے وہ لوگ بھی ہماری نظروں میں ہیں کہ سیکڑوں ہزاروں روپے لگا کر زیر باریاں اُٹھا کر شادیاں کی ہیں - اور بدنامی کا ٹوکرا سر پر دھرا ہے - نیک نامی بدنامی خداوند قدیر کی جانب سے ہے - اپنی خواہش اور روپیہ خرچ کرنے سے نہ نیک نامی حاصل ہو سکتی ہے نہ بدنامی رک سکتی ہے ہم بہت نظیریں ایسی پیش کر سکتے ہیں کہ مقدور والے باوجود خرچ کرنے کے بدنام رہے ہیں - اور ان سے کم مقدرت والے اپنی بے خرچی میں نیک نامی حاصل کر گئے ہیں - سب نیت کا پھل اور فضل خداوندی کا بھروسہ ہے - اگر نیت درست رہی اور خدا پر بھروسہ ہو تو کوئی کام میں بدنامی نہ ہووے گی

ہمارے نزدیک اگر آدمی فارغ البال نہیں ہے تو اس کو بیاہ شادی میں سوائے ادائے مراسم کے جو شرعاً واجب ہیں اور کچھ نہیں کرنا چاہیئے اور اگر فارغ البال ہے اور کسیکا قرضدار نہیں ہے تو اپنی سالانہ آمدنی کا ایک چہارم لڑکیوں کی شادی میں بشرطیکہ تین سو روپیہ سے زیادہ نہو - اور لڑکوں کی شادی میں سالانہ آمدنی کا ششم حصہ بشرطیکہ دو سو روپیہ سے زاید نہو علاوہ سفر برات وغیرہ کے خرچ کرنا چاہئے شرط سے مطلب یہ ہے کہ انتہائی خرچ لڑکیوں کی شادی میں تین سو روپیہ اور لڑکوں کی شادی میں دو سو روپیہ فی لڑکا ہونا چاہیئے - اس سے زیادہ کبھی وقت متمول یعنی امیری کی حالت میں بھی بیاہ کے نام سے خرچ نہووے - یوں اپنی لڑکے لڑکا کو جو چاہو بعد تقریب شادی نقد سے جنس سے زیور سے دینے کا مضائقہ نہیں ہے کیوں کہ جو کچھ دیا جاوے گا - ان کے کام آوے گا - بیاہ شادی کی ضرورت سمجھکر اُس اندازہ سے زیادہ خرچ کرنا بہت مصلحتوں کے خلاف ہی ہا

چونکہ اس وقت تک ہم لوگوں میں شادی بیاہ کی حد تک معین نہیں ہیں - سب کا حوصلہ اپنی بضاعت سے بہت زیادہ وسیع ہوتا ہے اس واسطے ہماری اس رائے پر قریب قریب کل کے ہماری مخالفت اور ایک کثیر جماعت تبرا تک بھیجنے لگے گی - مگر ہم کو امید ہے کہ جس وقت ہمارے بھائی اس رائے کے اصول اور فوائد پر بغیر تعصب کے انصافانہ نظر ڈالیں گے تو ہماری یہ رائے وقعت کی نگاہوں سے

دیکھی جاے گی۔ ہم ذیل کی تہوڑی عبارت میں اپنی راے کے اصول کی رہبری کرتے ہیں اوسی سلسلہ سے اپنی وسعت عقل کے موافق فائدہ کا اخذ کرلینا اپنا اپنا کام ہے۔ ہماری یہ راے عاقبت اندیشی اور قومی ہمدردی کی بنیاد پر قایم ہوئی ہے۔ واضح ہو کہ زمانہ سابق میں خرچ کے وسایل بہت کم تہے معمولی قسم کا کہانا اور گزی گاڑہا پہننا جس کو نصیب تہا وہ فارغ البال و خوش حال کہلاتا تہا۔ اور وہ خود بہی اس موجودہ حالت پر مگن تہا۔ غلہ کی ارزانی اس وقت سے جو چند سے زیادہ تہی پیداوار بہت عمدہ تہا کپڑا گہر کی بیبیاں سوت کات کات کر تہوڑی مزدوری دیکر سید ہا سادہا بنوالیتی تہیں جو مرد عورت سب پہنتے تہے۔ اس زمانہ میں کل غلہ گراں ہو گئے کپڑے لتے اعلےٰ سے اعلےٰ اور قیمتی۔ انگریزی کلونکے بنے ہوے بازاروں میں پہیل گئے جنکے سامنے اب اس گزی گاڑہے کو کوئی بہی نہیں پوچہتا۔ پیداوار زمین کے بمقابلہ قدرتی طور پر گہٹ گئی تو وہ گرانی کا سبب ہوا۔ اور کپڑے ولایت سے آنے لگے وہ دیسی کپڑے کی ناقدری کا باعث اور ان سب کا اثر ہماری زیر باری ہے اپنے ہاتہہ پاؤنکی محنت سے دو چار روپیہ میں گہر بہر کے کپڑے بنجاتے تہے۔ اب دو چار میں ایک مردانہ جوڑہ تیار ہوتا ہے جو غیر معمولی حیثیت میں نہیں کیا جاتا اسی پر تمام گہر کی پوشاک کو خیال کرنے سے معلوم ہوگا کہ پہلے زمانہ سے ایک پوشاک ہی کے خرچ میں زمین آسمان کا فرق ہو گیا۔ جہاں عورتیں سوت کاتتی تہیں وہ کاتنا تو درکنار بہت جگہ گہر کے کپڑے سینا بہی انکو مشکل معلوم ہوتا ہے۔ مردانہ کپڑے کلوں اور مشینوں میں سلتے ہیں اور انکے ایک جوڑے کی سلائی اس قدر دی جاتی ہے کہ جس میں چار جوڑے پہلے تیار ہوتے تہے۔ امیر گہروں میں عورتوں کے کپڑے سینے کو مغلانیاں نوکر ہیں۔ ان کے متفرق تکلفات کے نیم ثلث میں بہت سا روپیہ ضایع ہوتا ہے جو آخرکار بربادی کا باعث ہوتا ہے اس زمانہ کے اور گذشتہ زمانہ کے اخراجات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

جو خرچ اس وقت ہے اس وقت اس کا کچہہ ذکر ہی نہ تہا۔ نہ دمڑی کے چراغ کی جگہ پندرہ روپیہ کا لمپ تہا۔ نہ چہکڑا بہلی کی جگہ فٹن سیج گاڑی وغیرہ کئی طرح کی بیش قیمت سواریاں تہیں نہ چار روپیہ کے چوکے جگہ چالیس کی کاٹہی تہی۔ نہ باغات میں گملے اور روشوں کی آراستگی نہ قیمتی درخت تہے نہ مکانات سولے پنڈول مٹی کے چونہ کاری اور شیشہ آلات سے اس درجہ سجائے جاتے تہے۔ باوجود کثرت پیداوار کے نہ زمیندار کو ملک کی قیمت و مالگذاری زیادہ دیتے نہ کاشتکار کو اس کا لگان نہ چینگی کا کٹکا تہا نہ میونسپلٹی کا جہگڑا۔ نہ حقیت کے بکہیڑے تہے نہ عدالت کے خرچ۔ یہی سب وسایل خرچ کے بڑہ گئے ہیں جنسے تنگی ہے

چند باتوں کا ذکر کیا ہے اور روز بروز بڑھتے جاتے ہیں۔ اگر جزویات پر نظر ڈالی جائے اور دس برس پہلے
پہلے سے اس وقت کو ملایا جاوے تو بہت باتیں ملیں گی جو ترقی اخراجات کا باعث ہوں گی۔ ایک گھڑی
میں مثال میں پیش کرتا ہوں کہ نہ کھانے کی چیز ہے نہ پہننے کی نہ بغیر اس کے کوئی ایسا ہرج آسائش کا ہے
کہ جس کے بغیر تندرستی کو کچھ نقصان پہنچے مگر توسط درجے میں بہت کم لوگ ہوں گے جن کے گھر میں نہ ہو گی
اور امرا کے گھروں کا تو کچھ کہنا ہی نہیں۔ ہر کمرے میں ہر موقع پر موجود ہیں اور متعدد سونے چاندی کی
گھڑیاں اور جیبیں تیار ہیں جس وقت جیسا منشا ہو ویسی گھڑی جیب میں لگا دیں۔ لاکھوں گھڑیاں مختلف مقامات
کے کارخانہ جات سے ہر سال تیار ہو کر نکلتی ہیں اور وہ فروخت ہوتی ہیں جن کا کام گھڑی کا وہ قدرتی
گھڑی یعنی چاند سورج اور ستاروں سے نکلتا تھا اور کہیں تھیں بھی تو خاص امیروں کے پاس تھیں مگر
اب خدمت گاروں تک کے پاس ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس کے ذریعے سے ٹھیک وقت بقید منٹ
کے معلوم ہوتا ہے تو میں اس کو تسلیم کروں گا کہ صحیح ہے مگر یہ اعتراض ضرور کروں گا کہ منٹ تک
معلوم ہونے سے ایسا کون فائدہ ہے جس کی وجہ سے یہ خرچ ضروری خیال ہو آوے کیونکہ باوجود اس
کثرت گھڑی لگانے والوں کی فی صدی ایک بھی باوسط اُن لوگوں کا نہیں پڑتا جو گھڑی کی پابندی
سے اپنی زندگی کا وقت صرف کرتا ہو۔ بہرحال اسی قسم اور اسی طرح کے بہت سے وسایل خرچ کے
ہیں جو بڑھتے جاتے ہیں

خدا نے عقل اس لئے عطا فرمائی تھی کہ انسان اپنا مآل کار سوچکر وہ راستہ اختیار کرے جس میں نتیجہ
کی صورت نظر آوے اگر ہم ایک دم سے بغیر سمجھے بوجھے سب خرچ بڑھا دیں گے تو ایک نہ ایک دن
ضرور پریشانی اُٹھانی پڑے گی۔ پس مقتضائے عقل یہی ہے کہ اپنی آمدنی کے اندازہ سے اپنے خرچ کے لئے
ایک حد معین کی جاوے تاکہ بے انتظامی سے افلاس کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے اور آمدنی سے اخراجات
زیادہ نہ ہو کیونکہ اللہ بھی زیادہ فضول خرچ کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔ شادی بیاہ کے اخراجات
جس مناسبت سے میں نے اوپر لکھے ہیں یہاں تک بڑا خیال ہے آدمی کو آمدنی کے لحاظ سے زیر باری
کی حد تک نہیں پہونچا سکتے اور توسط درجے کے لوگوں کا بجٹ کس قدر انتظامی ڈھنگ کا ترقی کرنے میں ایک
سال کے اندر ہی اندر نکل سکتا ہے اور بعد سال بھر کے جیسے تھے ویسی ہی ہو جا سکتے ہیں۔ اور جو لوگ کہ کھاتے
کماتے اور خوش حال ہیں انکو کوئی زیر باری اس سے نہیں ہو سکتی چاہے ایک سال میں پانچ سو

لگاکر ایک لڑکی ایک لڑکے کا بیاہ کر دیں۔ کہو یہ اچھا یا آپس کی بجتا بجتی ہیں کہ فلان نے اچھا کیا ہم ایسا کریں ایک ہی تقریب میں زیر بار ہونا اور دوسری اولاد کے وقت مجبور ہو جانا یا ہمیشہ روز مرہ معارف سے عمر بھر کی تکلیف اٹھانا اچھا اگر خدا نے دیا ہے اور ہمت بھی وی ہے تو بعد شادی کے اپنی اولاد کو دو جو لنگے نیاگ سے لگے اور سمجھیں کہ ماباپ نے ہمارے ساتھ یہ سلوک کیا۔ چار دن کی واہ واہ کی امید پر (جس کا یقینی بھروسہ بھی نہیں ہے) خود مٹانا اور اولاد کے ساتھ ساکھ نکرنا جن پر جاں نثاری کا دعویٰ ہے کون سمجھہ کی بات ہے۔

علاوہ اس کے ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ اگر ہمارے بھائی بند آمدنی کی مناسبت سے شادی بیاہ کے خرچوں کو کرنے کی عادت ڈالیں گے تو جو شادیاں خرچ کے پس و پیش سے مدتوں ٹلجاتی ہیں وہ وقت معین پر بے تردد ہو جائینگی اور کسی کو شکوہ نہیں ہوگا۔

اب رہی ہمدردی۔ ہمدردی ایک دوسرے کی ہمارے واسطے لازم اور ضروری امر اس لئے ہے کہ ہم سب انسان ایک ہتھیلی کے بٹے اور ایک اصل کے فرع ہیں۔ اور اسی وجہ سے بزرگان دین نے جنکی پیروی کا ہم دم بھرتے ہیں۔ اور ان کا نام لیوا ثابت کرتے ہیں۔ وہ وہ ہمدردیاں اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھہ کی ہیں کہ جو آج دوسری قوموں میں بطور نظیر کے پیش کی جاتی ہیں اگر ہم اپنی بدبختی سے انکے ساتھہ کوئی بھلائی نہ کر سکیں تو ایسا رویہ تو اختیار کرنا چاہیئے جس میں ہمارے بھائی بند شرماحضوری میں پڑکر برباد نہو جاویں۔ اور وہ رویہ بھی ایسا کہ جس سے ہم کو اور ہماری اولاد کو بھی نفع پہونچے یعنی یہ کہ شادی بیاہ کے اخراجات کی حدغایت ایسی کم مقرر کی جائے کہ غربا کو امرا کے مقابلہ میں کم خرچی سے شرمانا نہ پڑے اور اس وجہ سے وہ زیادہ خرچ کرنے پر مجبور نہوں۔ اس تدبیر سے امیروں کا کچھ نہیں بگڑتا۔ بلکہ انکا روپیہ بچتا ہے جو ان کے اور انکی اولاد کے کام آوے گا اور کسی کار خیر میں اگر خدا توفیق دے صرف کرنے کا موقعہ ملے گا۔ جو عاقبت میں کام آوے۔ اور غریبوں کی زیر باری اور تکلیف اور ترددات چھوٹ جاتے ہیں۔

ہمارے بزرگ وہ مسلمان تھے جنہوں نے شادی بیاہ کے وقت کیواسطے اپنے اعزا میں تیستونی یا جوڑہ دینے یا رونمائی کے حیلہ سے روپیہ خواہ زیور دینے کا دستور (جس کی ٹوٹی پھوٹی بنیاد کہیں کہیں ملتی ہے) قایم کیا تھا وہ یہی ہمدردی ہے جس کو انہوں نے اس غرض سے جاری کیا تھا کہ ہمارے

ذوی القربا غیر معمولی خرچ کے بار سے ہلکے ہو جاویں اور دینے والوں کو اس کا تہوڑا بار نہو - ایک ہم لوگ انہیں بزرگوں کی نام لیوا اولاد ہیں کہ دنیا کی وہ روش اختیار کئے ہوئے ہیں - کہ جس سے اپنے غریب بھائی بندوں کی زیرباری بڑہ جاوے - باوجود اشرف المخلوقات اور ذوی عقل ہونے کے ہم اگر ان سب باتوں کا لحاظ کرکے - اپنی حالت درست ہونے کی کوشش نہ کریں تو افسوس کی بات ہی - ہماری اس تحریر سے گو کوئی مخالفت کرے اور ہمکو برا بہلا جو جی میں آوے کہے - لیکن سمجھ میں ضرور آوے گا کہ بیاہ شادی میں زیادہ خرچ کرنا مآل اندیشی اور ہمدردی دونوں کے خلاف ہی -

جب شادی بیاہ کی نسبت خرچ کی کمی انصافاً واجب ٹھہرے تو دوسری چہوٹی چہوٹی تقریبوں میں مثل مونڈن چہٹی چہلے دودہ چہوٹائی ختنہ مکتب وغیرہ کی تقریبوں میں خرچ کرنا بطرا ولی بے سود ہے اس میں بہی وہی خیالات پیش نظر چاہییں - جو شادی بیاہ کے متعلق ہمنے اوپر بیان کئے ہیں یہ روپیہ والوں کے ڈہکوسلے ہیں جو اپنی نام آوری کے واسطے تمام برادری کو جمع کرکے ہر ایک کام کو مثل شادی بیاہ کے کرتے ہیں - اور انہیں کی مراسم جاری کر دینے کے نتیجہ سے نا شرمی دوسرے لوگوں کو ان تقریبوں میں خرچ کرنا پڑتا ہے شاید اسی خیال سے کہ برادری اور وہ طعنہ نہ دیں - ہم افسوس کے ساتہہ کہتے ہیں کہ اگر ان لوگوں سے جو تقریبوں میں اندازہ سے زیادہ خرچ کرتے ہیں کہا جاوے کہ اس خرچ کا بیسواں چالیسواں حصہ ہی کسی کار خیر یا خیرات میں خرچ کرو تاکہ عاقبت میں کام آوے - تو ہرگز ہاتہہ نہ اُٹہے گا - یا کہا جائے کہ کسی غریب بہائی کی دستگیری کرو - تو بہی رُخ نہ کریں گے - خدا ہم سب کو اس نمائش کے خیال سے باز رکھنے کی ہدایت دے -

ماںباپ کی بڑی نام آوری اگر سچ پوچہو تو یہ ہی کہ اپنی اولاد کو تعلیم و تربیت سے آراستہ کرے - اور اس راہ میں اگر خرچ کرتے کرتے تباہ بہی ہو جاوے تو ہمارے نزدیک بیجا نہیں ہے - ہر کوئی شخص اس راہ میں خرچ کرنے کو ناواجب کہے گا - مگر اس واجب خرچ کے واسطے افسوس ہے کہ ہمیا سے گھٹیا تنخواہ کا معلم ڈہونڈا جاتا ہے - او خویشتن گم است کرا رہبری کند - اور غیر ضروری خرچ میں جو اپنی نام آوری کے سوا اولاد کا کوئی فائدہ نہیں ہے گہر تک بیچ ڈالا جائے جو اس بچاری اولاد کو سر کٹا نیکا ٹہکانا نرہے - ہم اس بحث کو بہت وسعت کے ساتہہ لکہتے مگر سمجہدار کے واسطے اسیقدر کافی سمجہکر طوالت سے درگزر کرنا مناسب خیال کرتے ہیں -

لڑکوں کی شادی کی نسبت ہماری یہ رائے ہے۔ اپنے سے امیر گھر میں لڑکا بیاہنے کی کوشش حتی الوسع نہ کی جاوے۔ اُمرا کی لڑکیاں جب غریب گھر میں بیاہی جاتی ہیں اس میں چند قسم کی خرابیاں ہوتی ہیں۔ اوّل نسبت کی تاریخ سے شادی کی گھڑی تک رسمیات ادا کرنے میں سخت زیر باری ہوتی ہے اور پھر بھی سمدھیانے والے خطرہ میں نہیں لاتے۔ دوم بعد شادی وہ لڑکی اس غریب گھر میں اپنی دولتمندی کے گھمنڈ میں ناک بھوں چڑھائے رہتی ہے۔ اور جتنی دن سسرال میں رہتی ہے آپکو سب سے اوّل اور سب اہل والوں کو حقیر اور بے وقعت سمجھتی ہے۔ کیونکہ اُسکی نظروں میں اپنے ماباپ کا خوش حال گھر ہے۔ اس وجہ سے طرح طرح کی تکلیفات ساس سسرے کو برداشت کرنا ہوتا ہے۔ سوم بڑے گھر کی لڑکی اپنے غریب شوہر کو کبھی عزت کی نظر سے نہیں دیکھتی اور ہمیشہ شوہر اس کے ہاتھوں زیر بار رہتا ہے۔ اور اس کو وہ بیوی سوہان روح ہو جاتی ہے۔ امیر گھر کی شادی سے سوائے تکلیف کے راحت کی امید بہت کم ہے بس اپنا روپیہ خرچ کر کے گھر کے واسطے عذاب مول لینا اور اپنے لخت جگر کو ہمیشہ تکلیف اور خفت میں رکھنا۔ دور اندیشی اور دانشمندی کے بالکل خلاف کام ہے جن لوگوں کا خیال ہے کہ بڑے گھر میں لڑکا بیاہنے سے دولت یا جایداد حاصل ہوگی وہ بہت ذلیل خیال کے لوگ ہیں۔ اس سے زیادہ کیا شرم کی بات ہو سکتی ہے کہ آدمی جائداد اور دولت کے لالچ سے جورو کا غلام ہو کر ذلت گوارا کرے۔ خدا اس ذلت کے خیال سے پناہ میں رکھے۔ زوجہ کو شوہر کی مال و نیک کمائی سے آرام پہونچنا چاہیئے نہ کہ اُس کے ذریعہ سے شوہر کے آرام پانے کا اسلوب سوچا جائے۔

لڑکی کے بیاہ میں ضرور ہے کہ پہلے شوہر کی ذاتی خوبیوں پر اطمینان حاصل ہونے کے بعد یہ بات بھی جہاں تک ممکن ہو مدنظر رہے کہ گھر اچھا ہو تاکہ لڑکی آرام پاوے کیونکہ لڑکی کی راحت کا مدار شوہر پر ہے۔

ماباپ کا ایک ضروری فرض یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اپنی تاکید اپنے طرز عمل سے حیا اور شریعت کا پابند بنادیں۔ نماز روزہ کی محبت دونوں کے دلوں میں ڈالیں تمام ضروری مسائل ان کے ذہن نشین کرادیں۔ عقائد کی مضبوطی کرادیں تاکہ انکی عاقبت بھی درست ہو اور خود اُنکے مواخذہ میں گرفتاری سے بچیں۔ جو اولاد کہ نماز روزہ کی پابند نہیں ہے وہ اپنے ماباپ کے واسطے عذاب آخرت کا ذریعہ ہے حیرت کے قابل وہ باپ ہیں جنکی اولاد کے دل میں نماز روزہ کی محبت نہیں اور انکو بجائے اس کے کہ

بعد مرنے کے اُن سے کچھ فائدہ آخرت کا پہونچنا نقصان پہونچے۔ تارک الصلوٰۃ اولاد سے لاولد رہنا ہزار درجہ بہتر ہے۔ ہرگز ماباپ کو تارک صوم صلوٰۃ اولاد سے امیدِ فاتحہ درود کی نہیں رکھنی چاہیئے اس واسطے اگر چاہتے ہو کہ اولاد سے کچھ پھل ملے تو اس کو نماز روزہ کا پابند بناؤ اور اگر وہ پابند نہیں ہے تو اس سے ہاتھ اٹھاؤ کہ وہ اولاد۔ اولاد نہیں ہے بلکہ دشمن اپنی اور اپنے ماباپ کی ہے۔ حیا۔ اور شریعت یہ دونوں چیزیں آئندہ بہتریوں کے واسطے بہت بڑے گُر ہیں جن ماباپ نے اپنی اولاد کو ان دونوں کا پابند بنا دیا سمجھنا چاہیئے کہ ان دونوں کی پابندی سے ان کے سب کام دین و دنیا کے بنجائیں گے اور جن میں یہ صفتیں نہیں ہیں وہ جو نگر گذریں تھوڑا ہے۔

لڑکوں کو سمجھاؤ کہ جب انکی شادیاں ہو جاویں اپنی دلہنوں کو نماز روزہ اور حیا پر سخت مجبور کریں اور ایک وقت کی نماز ترک ہونے کو بہت بڑا جرم قرار دے کر نئی دولہن کی محبت اور مروّت کو رجو کہ معمولاً ہوتی ہے ترک کریں اور اس کو قصوروار ٹھہرائیں۔ اُس سے دو ایک روز بات چیت چھوڑ دیں تاکہ میاں کی ناراضی ثابت ہو جائے۔ کیونکہ گربہ کشتن روز اوّل مشہور ہے۔ اسی طرح بے حیائی کسی پہلو سے جائز نہ رکھیں۔ اس واسطے کہ اگر اسکی بدلحاظی یا بے شرمی پر یا ترک نماز پر اس وقت چشم پوشی کی جائے گی تو ضرور وہ بی بی حیا اور شریعت کی قید سے باہر ہو کر میاں کو اس وقت ایسا دکھاوے گی کہ زندگی وبال معلوم ہو گی۔ لڑکوں کو اگر بی بی سے بھلائی دیکھنا چاہتے ہیں تو کوئی راحت بی بی کے ساتھ نہیں اُٹھانی چاہیئے جسمیں اس کی حیا یا نماز روزہ وغیرہ احکام شریعت کے نقصان کا خوف ہو۔ ورنہ جو سامنے آوے گا خود دیکھیں گے۔ انکو خود پابند رہنا اور بی بی کو پابند رکھنا چاہیئے ورنہ بی بی کی بدولت آخرت میں بھی اُنسے مواخذہ ہو گا۔

لڑکیوں کو جتلا دو کہ اگر اپنی دین و دنیا کی خیر مطلوب ہے تو حیا اور شریعت کو کسی حالت میں ہاتھ سے نہ دیں۔ اگرچہ انکو قبل شادی کے ماباپ اور بعد شادی کے دولہا کی اطاعت کو حکم خداوندی ہے لیکن اگر ماباپ اور شوہر کے کسی حکم کی تعمیل میں تمہاری نماز قضا ہوتی یا حیاداری یا روزہ میں نقصان کا اندیشہ ہے تو اس حکم کی تعمیل تمکو عذاب میں گرفتار کرے گی۔ اس واسطے کہ خداوند کے حکم سے انکا حکم بالا نہیں ہے۔ والدین اور شوہر کی اطاعت اُس حد تک چاہیئے کہ شریعت اور حیا میں نقص نہ آوے اُن کو خوب سمجھا دو کہ ابتدا میں جو دولہا اپنی دولہن پر جی و جان سے فدا ہوتے ہیں وہ عارضی محبت

اور انکی ناتجربہ کاری کا سبب ہے۔ مگر جب انکو عقل تمیز ہوتی ہے اس وقت وہ اس زمانہ کی حیاداری اور بے حیائی خواہ پابندی شریعت یا بے شرعی کا نتیجہ ذہن میں رکھتے ہیں۔ اگر اس وقت رویہ خلاف رہا ہے تو وہی بی بی دولہا کو اندرائن کا پھل ہو جاتی ہے۔ (جہیز جان نثار تھی) اور جو اس نے حیاداری اور شریعت کو قائم رکھا ہے تو اس کا اعتبار دونا ہوتا ہے کیونکہ حیادار اور شرع پرست بی بی بہت قابل قدر مردوں کے نزدیک خیال کی جاتی ہے۔ اور اس کی نسبت بدگمانی کسی قسم کی نہیں ہوتی بعض لڑکیاں میاں سے انہیں دنوں میں جب تک کہ دولہن بنی رہتی ہیں طرح طرح کی فرمائشات یا روپیہ پیسہ کا سوال کرگذرتی ہیں۔ انکی نسبت اسی وقت شوہروں کو انکی خودغرضی کا یقین ہو جاتا ہے، اور انکی رائے قائم ہو جاتی ہے کہ اس عورت کے ساتھ ہماری تمام زندگی بے آرامی سے بسر ہوگی اگرچہ وہ دولہن کے ساتھ سلسلۂ محبت کا اپنی ناتجربہ کاری سے قایم رکھتے ہیں کیونکہ وہ پورے نتائج بد جو آئندہ پیش آتے ہیں عبور نہیں کر سکتے مگر کھٹکا ان کے دل میں ہمارا رہتا ہے۔ اور ضرور آئندہ انکی ایسی خودغرضی جو حیا کے زمانہ میں ہی نہ رک سکے اپنا رنگ دکھاتی ہے۔ پس لڑکیوں کو خودغرضی سے روکنا چاہیئے۔ یا جو لڑکیاں بیہودہ ہنسی مذاق اور نامحرم لڑکوں کے کھیل تماشے میں جی لگاتی ہیں اونکے شوہروں کو اونسے بیزاری ہوتی جاتی ہے لڑکیوں کو ابتداً ان باتوں سے بھی روکنا چاہیئے تاکہ آئندہ اُنکے واسطے خرابی کا ذریعہ نہوں۔

بعد شادی کے لڑکیوں کی شرم و حیا قائم رکھنے کی معقول تدبیر ہونی مناسب ہے اس لئے کہ شادی نہونے سے پہلے لڑکیاں جوں جوں سیانی ہوتی جاتی ہیں بات بات پر انکو شرم و لحاظ پر توجہ دلائی جاتی ہے اور واقعی کم لڑکیاں ایسی ہوتی ہیں کہ شادی سے پہلے بے حیا ثابت ہوں مگر بعد شادی کے اس طرف بزرگوں کی توجہ نہیں دیکھی جاتی۔ اس واسطے لڑکیاں سمجھتی ہیں کہ ہماری حیا کی حد وہیں تک تھی۔ جس سے ہم باہر نکل آئے اس واسطے وہ حیا چھوڑ دیتی ہیں میں نے دیکھا ہے کہ جو لڑکیاں بیاہ سے پہلے اپنی برادری کی ان بیبیوں سے جو زنانہ اونکی گھر میں نہیں رہتی ہیں منہ چھپاتی تھیں (چاہے ماں باپ انکے کتناہی اصرار کیوں نہ کریں) بیاہ کے بعد فوراً ہی مہینا پندرہ روز کے اندر وہ سسرالی کے لڑکوں سے تڑتڑ باتیں اور ہوحق کرتی ہیں۔ اور انکی آنکھ سے بالکل شرم اٹھ جاتی ہے اور رفتہ رفتہ بے عزتی تک انکی نوبت پہنچتی ہے یہاں تک کہ ماں باپ سے بھی انکو شرم نہیں رہتی۔ سبب یہی ہے کہ بیاہ کے

مائیں سسرال میں سمجھتیں ۔ انکی باگیں چھوڑ دیتی ہیں اُن سے اکثر ایسی باتیں جو چلے میں سرزد ہوتی ہیں ۔ کہ جنکی وجہ سے لڑکی لڑکا دونوں کی حیا کا خون ہوتا ہے ۔ پہلی بسم اللہ یہ ہے کہ انکی خوابگاہیں اس قدر قریب قرار دی جاتی ہیں کہ دولہن دولہا کے سانس تک کی آواز سنائی دے ۔ پھر انکی بابت معلوم نہ ہونا کیا معنی ۔ اور کوئی دن وہ بڑوں کی بڑائی کا خیال رکھیں گی جب کہ بڑے ایک چادر کی آڑ میں سر پر اڑے ہیں ۔ اور انکو خود ہی اپنا لحاظ منظور نہیں ہے ۔

اصطلاح پوشاک تنگی اور وضعدار کا پہنانا اور اس کا عادی بنانا اولاد کے حق میں بدسلوکی ہے ۔ بلکہ میرے نزدیک ماباپ اُنکے ساتھ ظلم کرتے ہیں ۔ دنیا میں انکی وضعداری اور بےشرمی انکے افعال اور شوہر کے حال پر جو خراب اثر ڈالے گی اُسکو تو وہ بدنصیب شوہر بھگت لیگا ۔ مگر آخرت میں چست اور باریک کپڑے جنمیں بدن کا ڈھانچہ اور رنگت کی جھلک معلوم ہو اونچی کرتیاں جس سے پیٹ اور پیٹھ باہر دکھلائی دے یا بڑے پائنچے جن کو اُٹھانے میں بعض وقت ران تک نظر پڑ جائے یا باریک دوپٹے جس میں بدن کی تمام صورت قدرتی ساخت معلوم ہو بلحاظ بے پردگی اور اسراف کی ان بہو بیٹیوں کا عذاب پوچھینگی جو شوہر اس کی روک ٹوک نکریں گے وہ بھی انکی بدولت دیوثی میں راندے جائیں گے ۔ ایسا پیار و محبت اولاد کے ساتھ کرنا نہایت خراب ہی کہ جس سے وہ برباد ہو جائیں اگر ماباپ اولاد کی پوشاک اور خانہ داری و شریعت کے معاملہ میں جبتک کہ اونکا اختیار رہے زبردست نگاہ رکھیں گے تو امید ہے کہ انکی عادت اچھی پڑے گی اور اپنے اختیار کے زمانہ میں بھی وہ اُس حالت پر ثابت قدم رہیں گے ۔ ورنہ خدا حافظ ہے ۔

(اولاد کو جب تک کہ قابل تنبیہ ہے قصور پر منع کرو اور اگر اُس پر اثر نہو تو تنبیہ کرو اور سزا دو مگر بار بار انکی کٹنے کی سی ٹانگ لینا اور نہ ماننے پر سزا نہ دینا انکے حق میں نہایت مضر ہے جن بچوں کے قصور پر (جبکہ انکو معلوم ہو جاوے کہ والدین مطلع ہو گئے) چشم پوشی کی جاتی ہے وہ بے حیا ہو جاتے ہیں ۔ اور پھر ایک نہیں سنتے جب لڑکی لڑکا سیانے ہو جاویں تب چشم نمائی اور تنبیہ نہیں چاہیئے نہ اس تدبیر سے نصیحت مناسب ہے کہ انکو گراں خاطر گذرے بلکہ انکو زمانہ کی اونچ نیچ سمجھانی چاہیئے کیوں کہ اعتراض کے طور پر نصیحت کرنا سمجھدار لڑکی لڑکا کو ہر وقت پیچھا لینے سے ایک کوفت ہو جاتی ہے ۔ جس سے اُسکی تندرستی کو نہایت مضر نقصان پہنچتا ہے ۔ اور وہ رفتہ رفتہ جان کے خطرہ تک پہنچ جاتا ہے

ہمنے دیکھا ہے کہ کوفت سے دق اور دق سے موت تک نوبت پہنچتی ہے۔

لڑکی لڑکا کو سمجھانا چاہیئے کہ جب لڑکی بعد شادی کے اپنے دولہا کے کمرے میں یا لڑکا دولہن کے پاس جاوے اپنے چھوٹے بڑوں کی نظریں بچا کر جاویں اور اس جگہ اس طور پر رہیں کہ انکی آہٹ تک معلوم نہووے بہت لحاظ اس بات کا رکھنا چاہیئے کہ دولہن دولہا کا راز ظاہر نہووے کیونکہ یہی حیاداروں کا شیوہ ہے اور اس کے خلاف ہونا بےحیائی اور بےشرمی ہے ماکو موقع بے موقع کسی ہم عمر کے ذریعے سے یہ باتیں بتلانا چاہیئے اور ہرگز انکی بیجا کی جائز نہ رکھنی چاہئیے ورنہ وہی باتیں انکی بےحیائی اور ان نتائج کا ذریعہ بھی جاینگی۔ جو اس سے پیدا ہوں گے ہم اس کی تصریح آیندہ کریں گے

لڑکیوں کو جب کہ وہ اپنی سسرال جاویں اپنا دل کڑا کے سمجھا دینا چاہیئے کہ بیٹا خداوند عالم کے یہاں سے آج تک تمہاری یہ خدمت ہمارے تعلق تھی کہ تمکو پرورش کرکے تمہارے شوہر کو جس کے ساتھ تمہارا نکاح پڑھایا گیا ہے سپرد کردیں چنانچہ ہمنے اچھے یا برے جس طور سے ممکن ہوسکا اس خدمت کو آج اختتام کو پہنچا دیا۔ یہ گھر جس میں تم اب تک پلی بڑی ہو تمہارا عارضی گھر تھا تمہاری شوہر کا گھر ہے جہاں تمکو اپنی زندگی بسر کرنی ہے اس واسطے تم کو چاہیئے کہ اسی گھر میں اپنا جی لگانا اور اپنا گھر سمجھکر ہنسی خوشی سے رہنا۔ جس طرح ہمارے گھر میں کبھی رنج کبھی راحت کبھی آرام کبھی تکلیف تمکو پہنچے اسی طرح اس گھر میں بھی تمکو پہونچیگی لیکن اس کو اسی حیثیت سے برداشت کرنا جیسی اپنے گھر میں برداشت کرتی تھیں بہت عقلمندی کا کام ہے۔ اگر تھوڑی تھوڑی بات پر ملول ہوکر اپنا جی برا کرو گی تو سوا کوفت کے کوئی نتیجہ حاصل نہوگا بلکہ تمکو نقصان پہونچیگا۔ اس واسطے کہ جب لوگ تمکو رنجیدہ یا خودغرض خواہ بدمزاج سمجھ لیں گے۔ تو تم سب کی نظروں سے گرجاؤ گی بیاہ ایسی چیز نہیں ہے کہ پھر سکے نہ سمدھیانے ایسی شے ہیں کہ اگر بالفرض برے اور کھوٹے ہی ہیں تو بٹہ دے کر بدلوا دیئے جاویں۔ اچھے ہیں تو انہیں سے کام رہے گا۔ اور برے ہیں۔ تو انہیں بہت اس واسطے عقلمندی کو کام میں لانا اور انہیں کے ساتھ خوشی کے اسباب پیدا کرکے بسر کرنا چاہیئے۔ شوہر جس کے ساتھ تمہاری شادی ہوئی ہے اسکی اطاعت باندی سے زیادہ کرنا چاہیئے۔ اگر تم اپنے آپکو اسکی باندی سمجھوگی تب وہ ضرور تمکو بیوی سمجھیگا ورنہ اسکی نظروں میں تمہاری وقعت باندیوں سے

باندی

بدتر ہوگی جو عورتیں شوہر کی اطاعت نہیں کرتیں یا اس کے ساتھہ بدمزاجی کرکے اُس کو الٹا دبانا چاہتی ہیں۔ یا اپنی غرض کے سامنے اس کے تردد سے بے پرواہ ہو جاتی ہیں اُنکی دین دنیا دونوں برباد ہے۔ خدا بیزار ہے اس واسطے کہ اس نے اس کے حکم کے موافق شوہر کے ساتھہ اطاعت شعاری نہیں ہے۔ شوہر اگر نیک مزاج ہے روٹی کپڑا دے گا یعنی فرض خداوندی بجالاوے گا۔ اور وہی لئے دیئے بے لطفی سے اور اگر وہ بھی کڑے دم ہے تو انکو دستا بتاکر دوسری جگہ نکاح کرے گا تاکہ زن دارند و در دسر خریدن کا مضمون ہوئے مردوں کو لاچار ہو کر ایسا کرنا پڑتا ہے جب وہ بی بی سے تکلیف پاتے ہیں۔ عورتوں کو اس وقت سے ڈرنا چاہیئے اور شوہر کی مرضی پر راضی رہنا چاہیئے تاکہ انکی حق تلفی نہووے۔ شوہر کو اپنی یا اپنی اولاد کی ضرورت کہانے کپڑے روپیہ پیسہ کے واسطے رنج دینا حماقت ہے۔ اگر عورت کہانے کپڑے سے بہت تنگی ہے تو اس کی آبرو ہے اور بچے بہوکے ننگے ہیں۔ تو اس کے نچے ہیں۔ اس کو خود خیال ہوگا اور ممکن ہوگا تو وہ بے کہی اسکی فکر کرے گا۔ اسکو دق کرنے اور رنج پہنچانے سے اپنی عاقبت کا خون کرنا۔ بیفایدہ ہے جو کچھ دال دلیا موٹا جھوٹا اس کو میسر ہے بہت خوشی اور کشادہ پیشانی سے اسی پر قناعت کرنا۔ اور اسی میں اُسکی احسان مندی اور شکر گذاری کرنا نیک بخت بی بی کا کام ہے۔ شوہر چاہے کیسا ہی مفلس اور ہیچ کارہ کیوں نہو اس کو کبھی حقیر نہ سمجھنا چاہیئے بلکہ اس کا دل ہاتھوں ہاتھہ رکھنا چاہیئے کہ انکی خاطر ہر میل نہ آنے پاوے خداوند عالم نے عورت کو اس کا مطیع بنایا ہے۔ جو حقیر سمجھے گا خدا اس کو اپنے دربار میں حقیر کردے گا۔

(لڑکیوں کو سمجھانا چاہیئے کہ شوہر یا اس کے گھر والوں کی شکایت ہمارے سامنے نکرو اس واسطے کہ بعد شادی کے ہمارا کوئی جائز اختیار تمہارے معاملہ میں تمہارے شوہر یا اس کے گھر والوں پر نہیں رہا۔ تمہاری اطلاع پر سوائے اس کے کہ اپنے پالنے کی وجہ سے ہمارا دل دکھے اور ہم کچھ نہیں کرسکتے تم خود اسکا دفیعہ اپنی خوش انتظامی سے کرو جس میں نباہ کی صورت ہو۔ ہم سے شکایت کرکے ہمارا دل دکھانا بے فائدہ ہے۔)

(ماں باپ کا ضروری فرض ہے کہ اپنی اولاد کی آئندہ راحتوں کے واسطے جہاں تک ممکن ہو تدبیر مناسب کریں اور وہ یہ تدبیر ہے کہ اپنی طرز عمل اور تعلیم سے اُن کے ذہن نشین کرادیں۔ کہ لڑکے کو اپنی زوجہ کے ساتھہ اور لڑکیوں کو اپنے شوہروں کے ساتھہ کس طرح اخلاقی برتاؤ رکہنا چاہیئے۔ اور کہاں تک

آپس میں حفظ مراتب کا خیال ضروری ہے۔ یہ باتیں جب تک لڑکی لڑکا اپنے ماباپ کو کرتے نہیں دیکھیں گی انکو ہرگز نہیں اسکتیں۔

لڑکیوں کو شوہروں کی دلداری اطاعت فرمانبرداری کی کافی تعلیم چاہیئے کہ وہ لونڈی بنکر رہیں جس حالت تکلیف یا راحت میں وہ رکھیں خوش حالی اور شکرگذاری سے بسر کریں ہمیشہ انکی احسانمندی کا دم بھریں شکوہ کا نام زبان پر نہ لاویں۔ کیونکہ شوہر کو شکوہ سے بیزاری پیدا ہوتی ہے۔ اور اسکی بیزاری لڑکیوں کی بے آرامی کا باعث ہو۔

لڑکوں کو اپنی نیک چلن حیادار اطاعت گذار شرع پرست بیویوں کی دلجوئی اور خاطرداری کا سبق پڑھادیں۔ تاکہ انکی دنیا آرام سے گذرے۔ اور گھر کا تہس نہس نہو۔ اس سے زیادہ کوئی راحت دنیا میں نہیں ہے کہ میاں بی بی میں سچا اخلاص ہو۔ اور نااتفاقی سے بڑی بڑی خرابیاں دونوں کے واسطے ہیں۔ خدا کسی میاں بی بی کو نااتفاقی کے مزے سے آشنا نکرے۔

جب بہو گھر میں آوے ساس کا فرض یہی ہے کہ اس کو اپنی بیٹی سمجھے اور اسی طرح اصلاح میں جی سے کوشش کرے کہ جس طرح لڑکی کے واسطے مناسب ہو بہو کی خاطر اور دلجوئی اپنی لڑکی سے زیادہ کرنی چاہیئے اس واسطے کہ وہ شکستہ خاطر اپنے ماباپ بہن بھائی اپنے میکے والوں اور عزیزوں کے چھوڑنے سے ہوگی جس بات میں تنبیہ کرنے کی ضرورت ہو اسے بہت ملائمت اور خیرخواہی کے الفاظ میں سمجھاؤ تاکہ اُس کا جی میلا نہونے پاوے اُس کو شریعت کا پابند بناؤ نماز روزہ طہارت شرم وحیا وغیرہ سب باتوں کا عادی بناؤ تاکہ تمہارے لخت جگر فرزند کا گھر برباد نہووے۔ یاد رکھو کہ جب لڑکیاں بیاہ کر سسرال آتی ہیں اوس وقت انکی حالت زندگی بالکل نئی ہو جاتی ہے جس سسرال میں وہ آزاد کردی جاتی ہیں وہ بیباک اور آزاد ہو جاتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ دستور یہی ہے شرم کے موقعہ میں لحاظ نہیں رہتا ہنسی ٹھٹھے میں انکا جی پڑ جاتا ہے نہ نماز کی فکر ہوتی ہے نہ روزہ کا خیال رہتا ہے۔ اور جہاں ان سب باتوں کی روک ٹوک ہوئی وہاں وہ اس کو لازمی بات خیال کرتی ہیں چونکہ وہ اکثر ناتجربہ کار بچہ ہوتی ہیں جیسے خیالات انکو پیدا کرائے جاتے ہیں۔ ویسی باتوں کی پابندی کرنے لگتی ہیں اس واسطے وہی ابتدا کی وقت انکی اصلاح کا ہے چاہے انکو اپنے حُسن تدبیر سے اچھا بناؤ چاہے آزاد کردو۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض لڑکیاں اپنے میکے سے بہت مرتب اور شرم وحیا کی پابند نماز روزہ کی عادی سسرال گئی ہیں

اور وہاں ان خوبیوں کی پابندی پر توجہ اور لحاظ ہونے سے انکے دلوں میں دچند ہی دنوں کے بعد، نہ وہ محبت نماز روزہ کی رہی نہ پابندی شرم و حیا کی بعض لڑکیاں جو اپنے میکے میں آزاد چھلانگیں مارتی پھرتی ہتیں- وہ سسرال میں آتے ہی چند ہی روزوں میں ایسی درست ہوگئی ہیں کہ انکو دیکھکر حیرت ہوتی ہے بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ سسرال آکر شائستہ عنوان سے اصلاح میں کوشش ہونا اثر پذیر ہنوسے ما میرے نزدیک بہو کی اصلاح کی اشد ضرورت اپنے بیٹے کے آرام و آسائیش کے لحاظ سے ہے اور میں اس کو ہی ماباپ کے فرائض میں سے ایک ضروری فرض سمجھتا ہوں - اور میرا خیال ہے کہ جن ماباپ نے اس فرض کو پورا نہیں کیا گویا اپنے فرزند کی حق تلفی کی۔

بہوؤں کی پوشاک شریعت کی پردہ داری کے موافق پہنانا ضروری ہے اگر انکو خود آرائی اور اور خودنمائی کی عادت ہوجائیگی تو علاوہ نقصان پاس شریعت کے اور بہت بڑے بڑے نقصانات پیدا ہوں سکے جنکا خراب اثر ان دونوں میاں بی بی پر پڑے گا - اور تا بہ زیست دونوں کو بے آرام رکھیگا۔

لڑکی کے ماباپ کو چاہیئے کہ جب لڑکی بیاہ جاوے داماد کو بھی مثل اپنے فرزند کے سمجھیں اور اس کو شائستہ اور باشرع یا باحیا بنانے کی کوشش کریں - اُس کو تعلیم دیں کہ وہ اپنے ماباپ کے حقوق کو کسی حالت میں فراموش نکرے کیونکہ اُنہوں نے اس کو پالا پرورش کیا علم و ہنر سکھلایا ہی اُس کے واسطے بہت تکلیفیں اٹھائی ہیں سیکڑوں روپیہ خرچ کیا ہے انکو خیال کرنا چاہیئے کہ اگر وہ حقوق والدین فراموش کردینگے تو اسکی دین دنیا برباد ہوگئی - بعض عورتوں کو دیکھا گیا ہے کہ اپنے دامادوں کو انکے ماباپ سے مخالفت کی بنیاد قایم کردیتی ہیں - اور مقصود ان کا یہ ہوتا ہے کہ اگر یہ اپنے ماباپ سے کنارہ کش ہونگے تو ہماری لڑکی کو آرام پہنچیگی - مگر میں اس خیال سے مخالف ہوں میرے نزدیک جس کسی نے اپنے ماباپ کے حقوق بھلادیئے وہ بی بی کے حقوق ضرور بھلا دے گا جو ماباپ کا نہ ہوا وہ بی بی کا کیا ہوگا - میرا خیال ہے کہ جو داماد بی بی کی آؤ بھگت میں اپنے ماباپ کی خبر گیری نہ کرے اس داماد کے ساس سسرے کو اپنی لڑکی کی آئندہ خبرگیری کی امید اس داماد سے نہیں رکھنی چاہیئے - ہمیشہ اس کو متوجہ کرنا چاہیئے کہ جو کمائی اپنے ماباپ کے ہاتھ میں دے انکا جی چاہے گا اپنی بہو کو دیں گے - نہ چاہیگا نہ دیں گے ماباپ اس کے مستحق نہیں ہیں - کہ

اپنے بچّے کو سیکڑوں دُکھ بھر کے روپیہ خرچ کر کے کمانے کے لائق کریں اور بیاہ شادی کر کے اس سے سکھ نہ اٹھاویں۔ وہ چند روزہ مہمان ہیں جہاں تک ممکن ہو سکے اُنکی خدمت کرنا چاہیئے نہ کہ اُن سے توڑ لیا جائے جن ماباپ کا یہ خیال ہے انکو اپنے لڑکوں سے بھی نا امید ہونا چاہیئے۔ کیونکہ جیسا اولاد کے ساتھ کریں گے اولاد سے ویسا ہی دیکھیں گے۔ اگر اپنے لڑکوں سے سکھ اٹھانا چاہتے ہیں تو داماد سے اسکے ماباپ کو سکھ دلوانا چاہیئے۔ اور یہی لڑکیوں کو تعلیم دو (اگر منظور ہو کہ وہ ہماری خدمت کریں)

دولہن دولہا کی خوابگاہیں دوسروں سے علیحدہ کرنا چاہیئے جہاں سے انکی بات چیت وغیرہ کی آہٹ نہ ملے اور حتی الامکان انکو یکجائی کا موقع لینے وقت دیا جائے کہ دوسروں کو انکی آمد و رفت کا حال معلوم نہو۔ انکی خوابگاہوں میں دو بستر ہونے چاہئیں تاکہ وہ سوتے وقت جدا جدا سوئیں اس واسطے کہ مرد و عورت کے بدن کی گرمی کے مختلف اثروں سے ایک دوسرے کو نقصان نہ پہنچے اور بیرونی ہوا انکی تندرستی میں مفید اثر پہنچاتی رہے دو آدمی کا یکجا سونا یا ایک قوی و ایک کمزور کا یکجا سونا خواہ ایک تندرست ایک غیر صحیح کا یکجا سونا چاہے وہ ایک ہی جنس کیوں نہوں تا ہم تندرستی کو نقصان پہنچاتا ہے اور مرد و عورت تو دو جنس ہیں۔ خوابگاہ کے واسطے اس بات کا خیال ضرور چاہیئے کہ باہر کی ہوا کا داخل خارج اس میں ہوتا رہے بند مکان کا سونا تندرستی کے واسطے مضر ہے۔

دولہن دولہا کو چاہیے وہ اپنی سسرال میں ہوں یا میکے میں سحر خیزی اور ادائے نماز کی سخت تاکید رہنی چاہیئے تاکہ نماز قضا نہووے اور شرم و حیا قایم رہے جو اعلے صفات ایمان سے ہیں جو لڑکی لڑکا اپنی خوابگاہوں سے دن کا اوجیالا ہونے یا گھر میں جاگ ہونے کے بعد برآمد ہوتے ہیں وہ نہ پابند صلوٰۃ کہے جا سکتے ہیں نہ حیادار۔ انکے دل میں ہرگز نماز کی محبت نہیں ہے نہ حیا کا پاس وہ خدا کے احکام نماز کو اپنے آرام کے مقابلہ میں لچر اور پوچ سمجھتے ہیں اور یقینی اپنے بزرگوں کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ انکا لحاظ کیا جائے۔ پس مناسب ہے کہ بزرگ خود انکی حیا کریں یعنی جب نصیحت کارگر نہو تو انکی خوابگاہیں ایسے جداگانہ قطعات مکان میں مقرر کریں جہاں پہر دن چڑھے تک کسیکو جانیکی ضرورت نہوئے اون کے حال و مآل سے چشم پوشی کریں کیونکہ سیانے لڑکی لڑکا کو نصیحت پر اصرار کرنے سے ڈھٹائی پہنچتی

یہ اور زیادہ خرابیوں کا باعث ہے۔
جن لوگوں کو دینداری کا زیادہ خیال ہے اور اس کو تمام باتوں پر مقدم خیال کرتے ہیں وہ ذراسی بے عنوانی میں بغیر پورا تجربہ کئے ہوئے اپنی اولاد کی نسبت رائے قایم کرکے اُن سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ جس اولاد کو پاس حیاؤ شریعت نہیں ہے وہ نااہل قابل اصلاح کے نہیں ہے ما کیونکہ۔ تربیت نااہل راچوں گردگان بر گنبدست۔ ایک بڑے بزرگ کا قول ہے بے حیا اولاد سے دنیا میں تا بہ زیست ہمکو کوفت طرح طرح کی ہوگی۔ اور آخرت میں انکی بدولت مواخذہ اور عذاب جھیلنا پڑے گا۔ پس ایسی اولاد سے جبکہ سیانی ہوگئی اور انکی شادی بیاہ کے فرائض سے ہم سبکدوش ہو گئے تو کنارہ کشی بہتر ہے مگر میرے نزدیک اس کام میں جلدی ہرگز نہیں چاہیئے کیونکہ پالی پوسی اولاد ہاتھ سے جاتی ہے اور کچھ اپنا ہی نقصان نہیں ہے بلکہ والدین کی بیزاری سے اس اولاد کی عاقبت بھی خراب ہو جائے گی۔ اتنے بڑے کام کو جس کا اثر عاقبت تک جڑے بغیر کسی جانچ کے کر گذرنا نہایت ناتجربہ کاری ہے پہلے اولاد کو جانچو تب اس کی نسبت جو رائے مناسب ہو قرار دو۔ میں چند طریقے بتلاتا ہوں جس سے انکی حیاداری اور شریعت کی پابندی کا تجربہ ہو سکتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ آیا اُنکے حق میں آیندہ نصیحت سے فائدہ پہنچنے کی امید ہو سکتی ہے۔ یا نہیں؟
اوّل بعد شادی کے دولہن دولہا کو چاہیئے کہ وہ لڑکا اور بہو ہوں یا لڑکی اور داماد۔ اپنے پاس چند روز رکھنا چاہیئے اور انکی عادت اور حرکات کو بنظر تجربہ بغور دیکھنا چاہیئے۔ جب یہ بات معلوم ہو جاوے کہ فلاں امر نامناسب ہے۔ اگر مان جاویں اور اپنی حالت درست کریں تو انکو نصیحت فائدہ مند ہو سکتی ہے ورنہ نہیں پس جنکو نصیحت فائدہ مند ہو سکتی ہے وہ والدین کی بیزاری کے مستحق نہیں ہیں نصیحت سے اصلاح میں کوشش کی جاوے اور جنہوں نے اس کان سنا اُس کان اڑا دیا انکی حالت ضرور قابل افسوس ہے ایسے والدین کو چشم پوشی اور کنارہ کشی اختیار کرنی مناسب ہے کیونکہ دنیا اور آخرت میں فلاح کی امید اُن سے نہیں ہو سکتی۔ اگر وہ بیٹا اور بہو ہیں بعد چندے انکو اپنے سے جدا کر دو اور اگر لڑکی داماد ہیں تو اون کا گھر تو خدا ہی نے الگ کر دیا ہے انکے حق میں دور سے دعائے خیر کرنا۔ اونکی بے حیائی اور خلاف شرع کام دیکھکر جی برا کرنے سے بہتر ہے۔
ہم تصریح کے ساتھ سب باتیں بتلا نہیں چاہتے اس واسطے کہ مخاطب ہمارے تم ہو مگر ہاں تمثیلاً

دو چار باتیں جو بنا سکتے ہیں بناتے ہیں اس طریقہ سے اور باتیں جانچ کرائے قایم ہو سکتی ہے قبل اس کی
کہ ہم اون باتوں کو بتا دیں - اس امر کا کہدینا ضروری ہے کہ کل باتیں یا سامیں اس تجربہ کو حاصل
نہیں کر سکیں کیونکہ زیادہ اس میں ایسے ہیں کہ وہ اون باتوں کو جس کو مرد بے حیائی اور بے غیرتی
تصور کرتے ہیں ضروری خیال کرتے ہیں - اور بہت کم باتیں ایسی نکلیں گی جو شریعت اور حیا داری کو تمل
مردوں کے ضروری سمجھتی ہوں - بہرحال ہم اس طریقے کو بتائے دیتے ہیں چاہے تم میں زیادہ ادنکی
تعداد ہو یا کم - اور وہ باتیں حسب ذیل ہیں -

اوّل - دولہن دولہا کو انکی خوابگاہ میں ایسے وقت یکجائی کا موقعہ دیا جائے کہ رات کو تمام گھر سو گیا
ہو تاکہ ان کو جاتے ہوئے کوئی نہ دیکھ سکے - اس کے بعد دیکھنا چاہیئے کہ وہ وہاں سے برآمد کس وقت
ہوتے ہیں - کیونکہ وہاں سے برآمد ہونا اُن کے اعتبار اور انکی حیا پر منحصر ہے - اگر حیادار ہیں قبل جاگ
ہونے کے وہاں سے علیحدہ ہو کر سب کے مجمع میں چپکے سے آن پڑیں گے اور بیحیا ہیں تو وہیں پڑ کر
سناتے رہیں گے ہرگز اس کھٹکے سے کہ صبح کو لوگ نکلتے دیکھیں گے یا لوگ سمجھیں گے کہ اس جگہ دولہن دولہا
پڑے ہیں - انکی آنکھ نہ کھلیگی اور اسی سے انکی پابندی نماز کی نسبت بھی رائے قایم ہو جائے گی کیونکہ
جس دل میں نماز کی محبت ہی چاہے آدمی ایک ہی گھنٹہ کیوں نہ سویا ہو وقت پر کھٹکے سے آنکھ کھلجاتی ہے -
جب یہ معلوم ہو جاوے کہ دولہن دولہا کو حیا یا شریعت کا پاس نہیں ہے تو انکی نسبت دوسری جانچ کرو
یعنی نصیحت سے اصلاح ممکن ہے - یا نہیں - وہ صبح کے وقت چند روز جگا دیئے جائیں - اور ہر مرتبہ دیکھا جاے
کہ اس شرم سے کہ انکو دوسرا آدمی اُٹھاتا ہے ان پر کچھ اثر حیا کا پڑا یا نہیں - اگر وہ خود اُٹھنے لگیں تو سمجھو نصیحت
اثر پذیر ہے اور اگر پھر بھی جگانے کے محتاج ہیں تو بیحیا اور بے نماز ہیں بحالت نہ اُٹھنے کے چند روز انکی
سحر خیزی سے لاپرواہ ہونا چاہیئے تاکہ معلوم ہو جاوے کہ بے حیائی انکی کس حد تک ہے - اور سمجھ لینا چاہیئے
کہ نصیحت اثر پذیر نہیں ہوگی اس حالت میں انکو انکے حال پر چھوڑنا چاہیئے اور ماں باپ کو اُنسے بہبود کی
امید آیندہ منقطع کرنا چاہیئے جس نے خدا کا خوف نہ کیا وہ ماں باپ کو کیا بھلائی پہنچا سکتا ہے جن ماں باپ کو ایسی
اولاد ملے کہ جو شرم و شریعت کی پابند نہو اس اولاد کے واسطے ہمیشہ دعا کرنا چاہیئے کہ خدا ہدایت دے اور
اپنے عذاب آخرت سے ڈرنا چاہیئے جو انکی بے شرمی اور بے شرعی کے نتیجوں سے بھگتنا پڑے گا -

دوم اس بات پر خفیہ نظر رکھی جاوے کہ طہارت کا خیال دولہن دولہا کو کہاں تک ہے - کیونکہ طہارت

ایک جزو شریعت کا ہے جو شریعت طہارت کی پابند نہیں ہیں۔ اور گندے رہتے ہیں۔ خدا اور اُسکے فرشتے اُنپر لعنت کرتے ہیں تاوقتیکہ وہ طہارت شرعی سے پاک ہو جاویں اور اپنی نمازیں ادا نہ کریں اور انکی اولاد سعید نہیں ہوسکتی۔ اگر بیماری کا عذر ہو تو بہت احتیاط کرنی چاہیئے کہ جسم انکا شرعی نجاستوں سے نجس نہونے پاوے اگر اتفاقاً نجس ہو گیا تو تیمم سے نماز ادا ہوسکتی ہے اور اُس وقت تک تیمم جائز ہوگا کہ جب تک پانی سے بیماری کے زیادہ تکلیف وہ ترقی کا خطرہ یقینی قایم رہے گا۔ ورنہ پھر کسی جدید محل کے نجس کا نجس ہے ہو جائیگا۔ نجس حالت میں اگر آدمی طہارت نہیں کر سکتا۔ پھر نجاست پر دلیر ہونا خدا کے ساتھہ ڈھٹائی کرنا ہے۔ انسان کے واسطے طہارت اور صفائی بہت اعلےٰ درجہ کی صفت ہے۔ جو لوگ طہارت شرعی کے پابند نہیں ہیں وہ نماز روزہ اور دیگر احکام شریعت کی پابندی نہیں کرسکتے اور جو شریعت کے پابند نہیں ہیں وہ قابل اعتبار نہیں ہیں پس دولہن دولہا کی طہارت پر نظر رکھنا ضروری ہے اگر خلاف طہارت پائے جاویں انکو کسی مناسب ذریعہ سے اسکی ہدایت کی جائے اور طہارت کے مسایل بتائے جاویں۔ اور اس کے بعد پھر انہیں تدبیروں سے اوپر بیان ہوئی جانچ کرکے انکی نسبت رائے قایم کیجائے۔

لڑکیوں کو ماہواری عارضہ کے مسایل بتانا نہایت ضروری اور لازمی کام ماؤں کا ہے اور اگر ماؤں کو پورے طور سے معلوم نہو دیں وہ اپنے شوہروں سے دریافت کرکے لڑکیوں کے ذہن نشین کرادیں ورنہ علاوہ نقصان ارکان شریعت کے بعض حالتوں میں دولہن دولہا کی تندرستی کا بہت بڑا خطرہ ان مسایل کے معلوم نہونے سے ہے۔

ماؤں کو چاہیئے کہ اپنی لڑکیوں کو وہ مسایل بتلا کر پھر انکی پابندی کی جانچ کرتے اور جو فروگذاشت ہوسکی اصلاح میں کوشش کرے لڑکیوں کے سامنے کتاب رکھنی چاہیئے کہ وہ خود دیکھکر پابند اون مسایل کی (جہاں تک ان سے متعلق ہیں) رہیں۔ اور اپنے دولہوں کو سمجھا دیں۔ جو لڑکی لڑکا باوجود علم کے مسایل شرعی کی پابندی نکرے وہ خدا اور اس کے بندوں کے نزدیک قابل نفرین ہیں۔

پوشاک کی نسبت باپ ما اور ساس سسرے نیز شوہر کا فرض ہے کہ لڑکیوں کو ایسی پوشاک پہننے جو نصاری قطع کے سلے ہوے ہوں خواہ ہنسلی اور پیٹ کی کرتیاں یا ایسے باریک کپڑے جسمیں بدن کی رنگت سمجھہ میں آسکے۔ یا بدن کی قدرتی ساخت معلوم ہووے سخت ممانعت کریں اور ہرگز نہ پہننے

ندیں اس کی برائیاں لڑکیوں سے بیان کریں۔ اور شریعت کے احکام جو پردہ پوشی کے متعلق ہیں جتا کر
تھوڑے دن اناکافی دیں۔ اور درپردہ اس پر نظر رکھیں کہ اس صحبت کا کیا اثر ہوا اور رجحان طبیعت
اور میلان خاطر لڑکے کا کیا ہے۔ اور اس جانچ کا طریقہ یہ ہو کہ لڑکے کو کوئی پردہ پوش یعنی سنگین کپڑا
خرید دیا جائے کرتے کا ہو یا پاجامہ کا اور کہا جائے کہ اس کا آستینوں دار کرتا کونی سے نیچا بنا کر پہنو یا تنگ
مہری کا خوب ڈھیلا ڈھالا پاجامہ بناؤ۔ یہ کپڑا دے کر پھر تقاضا نہ کرے بلکہ بے پرواہ ہو جائے۔ اگر لڑکی
نے کپڑا ملتے ہی پرو کر جیسا منشاء بتلایا گیا تھا پہن لیا اور خلاف شرع پوشاک ترک کر دی اور اسی
پوشاک کے فواید سرکسی سے بیان کیے تو معلوم کرنا چاہیئے کہ اس میں مادۂ حیا اور پاس شرع موجود ہے
اور اس خراب پوشاک کو کسی مجبوری سے پہنا تھا۔ اور جو اس نے باکراہ منظور کیا اور بے دلی سے اس کے تیار
کرنے اور پہننے میں توقف کیا یا نہیں وضعدار رہے اور ماں باپ کے خوف یا لحاظ یا مروت سے پہن لیا
تو یقین کرنا چاہیئے کہ ماں باپ کی نظروں سے اوجھل ہوتے ہی لڑکی ضرور وضعدار رہیگی۔ نہ اس کو حیا سے
واسطہ ہوگا نہ شریعت سے سروکار۔ ہرگز وہ نئی بیاہی لڑکی جو ننگی پوشاک پہننے کی خواہشمند ہو اصلاح پذیر
نہیں ہو سکتی۔ ماں باپ دونوں کو اسکی اصلاح کے خیال سے صبر کرنا چاہیئے۔ تربیت نااہل را چوں گردگاں
برگنبد است۔ اور مردوں کو ایسی لڑکیوں سے خود شرمانا واجب ہے جو اپنا بدن دکھلائی دینے سے نہیں
شرماتیں۔ ہمکو افسوس کے ساتھ اس موقع پر کہنا پڑتا ہے کہ اکثر مائیں اور ساسیں لڑکیوں کو وضعداری کی
پوشاک اور باریک کپڑے بدن کھولی کرتیوں بڑے بڑے پائنچوں کے پہنانے کا باعث ہوتی ہیں۔
اور مآل کار پر انکو نظر نہیں ہوتی۔ اور بعض مرد بھی اس وضع پر چشم پوشی اختیار کرتے ہیں۔ میرے
نزدیک جس لڑکی کی طینت میں وضعداری اور ننگی پوشاک کا شوق ہو اور ماں باپ کو بعد جانچ کے ثابت ہو کر
اسکی اصلاح سے ناامیدی ہو جائے اس کو رخصت کر کے صبر کرنا چاہیئے کہ گویا وہ ہماری لڑکی ہی نہ تھی
نہ دیکھیگا نہ جی جلیگا۔ اسکی دائمی جدائی کا پتھر چھاتی پر اس حالت سے بہتر ہے۔ جو اسکو دیکھکر ہوگی اور یہی
معنی آیۂ قرآنی۔ لیس من اہلک انہ عمل غیر صالح کے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کا لڑکا جو
نافرمان تھا خداوند عالم نے غرق کر دیا آپ نے تین مرتبہ شفاعت کی کہ پروردگار تو نے وعدہ کیا تھا کہ تیرے
اہل سے کسی کو غرق نکروں گا حکم ہوا کہ یہ تمہارے اہل سے نہیں ہے اس واسطے کہ عمل اس کے غیر صالح
یعنی خراب ہیں۔

لڑکوں کو بھی شریعت کے خلاف امور میں اسی طریقہ تجاویز کرنا چاہیئے کہ بری بات کو پہلے منع کیا جائے اور اُس کے بعد برائے چندے ٹال کر اسکی میلان طبیعت پر در پردہ نظر رکھے۔ پھر اُس کے بعد تاکید کر کے دیکھے اگر ترک کر دیا تو بہتر ورنہ اُس کی اصلاح سے بھی نا امید ہونا چاہیئے۔ ضرور اُن ماباپ کے حرمت قابل افسوس ہے جنکو بعد تجربے کے مان لینا پڑا ہے کہ اُنکی اولاد کا رویّہ انکی امیدوں کے خلاف نکلا اور اب قابل اصلاح نہیں رہا۔ انکی تمام عمر اس کوفت میں بسر ہوگی کہ ؎

نہالے را آب دیدۂ خویش ❊ بپرورم کہ بار خواہد آورد ❊

بوقت گل گُل دیگر شگفتہ ❊ بوقت بار بار خاطر آورد ❊

اور اپنی زندگی تک انکے برتاؤ انکی حالتوں سے دنیا میں دکھہ پاویں گے اور بعد مرنے کے اولاد کی زندگی تک آخرت میں بجائے فاتحہ و درود کے روح انکی تکلیف میں رہے گی اللہ اپنا رحم کرے۔

جو لڑکے امید والدین کے خلاف ثابت ہوں اُنسے والدین کو اپنی نصیحت اٹھانا مناسب ہی کیوں کہ احتمال ہے کہ گستاخی سے کوئی جواب خلاف شان نہ دیدیں۔ کوئی عظمت ایسی اولاد کے نزدیک والدین کی نہیں ہوتی۔ اون کی نظروں میں وہ والدین ماباپ تو ہیں مگر کمترین والدین ہیں اپنے ماباپ سے شرماتے ہوئے انکو ہیچ اور حقیر جاننے والے لوگ بھی ہم نے دیکھے ہیں۔ دیکھئے خدا انکے ساتھ کیا معاملہ کرے۔ ایسی اولاد خود ہی ماباپ سے کنارہ کرتی ہے جس کو بے حیائی اور بے شرمی کا شوق ہے اور اس کو والدین کی خدمت عار اور ننگ معلوم ہوتی ہے۔ لڑکی چاہے اپنی خواہش کے کام میں دن بھر سینے پرونے اور ہزار کام دہندے کرتیں مگر یہ نہوگا کہ بوڑھی ماں کا گھڑی بھر سر کھول بیٹھے بوڑھی ماں کا دہندہی اس خلوص کے ساتھہ ٹانک دے۔ جو اُس کے حقوق کے شایاں ہے۔ لڑکا جہاں بیاہ شادی ہوئی اور کچھہ کمانے لایق ہوا سمجھہ لیتا ہی کہ اب ہمکو بی بی کی خدمت اور بچوں کی داشت کرنی چاہیئے ماباپ بچارے کو کون پوچھتا ہے جب تک حاجتمند ہیں اور ماباپ کا ہاتھہ چلتا ہے تب تک ماں۔ ماں۔ اور باپ، باپ ورنہ خیر سلّا خیر وعافیت۔

شادی ہوئی اور ماباپ کے ہاتھوں سے اولاد نکلی اگر میکے اور سسرال ہیں وہ وقت نہ سنبھالا گیا شادی کے زمانہ تک لڑکیاں بالعموم اور لڑکے بالخصوص میکے میں شریعت اور حیا کی کچھ پابند نہیں رکھے جاتے ہیں مگر جیسے پابندی شروع میں والدین کو ملحوظ ہوتی ہے بعد شادی ویسی ہی اُسکی بربادی پر بھی ہے شادی

کرتی ہے جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے اور رفتہ رفتہ وہ حالت پہنچ جاتی ہے جس سے ماباپ کو انکی اولاد
کی اصلاح کی نسبت ناامید ہونا پڑتا ہے اور اولاد پکی بے شرع اور بے حیا اور بے باک بے مروت
ہوجاتی ہے اور تماشہ یہ کہ اگر یہ نہیں کہ وہ دولہن دولہا دنیاوی یا دینی راحت نصیب ہوں تو یہ بھی
نہیں بشروع شروع میں تو ضرور یہ ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ دولہا دولہن میں وہ اخلاص و محبت ہوتی ہے
کہ جس کی حد نہیں ایک کو دوسرے بغیر کل نہیں یہاں تک کہ ماباپ ساس سسرے بھی دراصل جست
کہ انکی پوری آزادی میں حارج ہوتے ہیں اور ایک وقت خاص انکی یکجائی کا مقرر کرتے ہیں) انکی نظروں
میں کھٹکتے ہیں اور انکا جی یہی رہتا ہے کہ کون وقت ہو جو وہ جبہ وقت جلدی سے بہانے کوئی اٹھا انکا
اس خیال سے علیحدہ نہیں ہوتا مگر یہ اخلاص پیار عارضی ہے ان دونوں میں سے ایک کی محبت پکی اور
سچی نہیں ہوتی۔ وہ ایک وقت ہی ہے جو سب کو ہوتا ہے بلکہ چند روز کا نشہ ہے کہ بعد زائل ہونے
اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا (سوائے اس کے کہ جولاپرواہی دینیات اور حیا سے اس نشہ کے عالم
میں بزرگوں کی چشم پوشی اور ان میاں بی بی کے جوش مستی میں ہوجاتی ہے اس کی بنیاد قائم رہتی ہے
اور رفتہ رفتہ وہی مستحکم ہوجاتی ہے محبت کا یہ اثر تو انکے دلوں سے بعد ختم اس جوش جوانی کے اٹھ جاتا
ہے مگر وہ بے حیائیاں اور مذہبی لاپروائیاں ان دونوں کو وہ رنگ دکھلاتی ہیں کہ تمام عمر بھی انکا انسداد
نہیں ہوسکتا۔ اگر اس وقت سنبھل جائیں اور اپنی حیاداری اور شریعت کے احکام نماز روزہ طہارت وغیرہ
کو اپنی جنس پر مقدم رکھیں پوشاکیں شریعت کے موافق پہنیں تو ہم یقین کرتے ہیں کہ تمام عمر انکی راحت اور
اخلاص پیار سے کٹے مگر مشکل یہ ہے وہ زمانہ ایسا ہوتا ہے کہ اگر کوئی اشارتاً یا کنایتاً کہے بھی تو اون کو دل کا
جی چاہتا ہے کہ اس کہنے والے کا منہ نوچ لو چاہے اپنا باپ ہی کیوں نہ ہو۔ اگر وہ بہت سعادتمند ہوئے تو
کہنے بندوں جواب نہ دیں گی اور دکھلا دے کی بیچ کر کے اپنی زندگی میں نماز بھی پڑھ لیں گے چاہے انکی نماز قضا
روا ہو یا نہ ہو وہ سمجھتے ہیں کہ اب تو آرام سے گذرتی ہے عاقبت کی خبر خدا جانے۔ اس وقت نہ میاں کو بی بی
کی اصلاح پر نظر ہوتی ہے نہ بی بی کو میاں کی اپنے عیش کے سامنے ماباپ ساس سسرے کون بلکہ
معاذ اللہ خدا اور رسول بھی ہیچ ہوتے ہیں انکے احکام کو بھی طاق نسیاں پر رکھتے ہیں خدا انپر رحم کرے اور ایک
کو دوسرے کی پابندی شریعت اور حیاداری کی اصلاح کی توفیق دے تاکہ انکی زندگی ان بے پروائیوں کے
سبب سے راحت سے کٹے اور آخرت میں بھی عذاب میں گرفتار نہ ہوویں۔ اور جو نا سمجھ بزرگ ان کا

کچھ کہنا نہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔

جو لڑکے پابند شریعت و حیا نہیں ہیں وہ اپنی بیبیوں کو چاہے اپنے میکے سے حیادار اور نمازی پرہیزگار ہی کیوں نہ آئی ہوں بے حیا و بے شرع بنا دیتے ہیں۔ کیونکہ عورتیں بہت جلد بھلے کاموں سے اپنی بوجہ اپنی کم عقلی اور کم علمی کے پھر جاتی ہیں۔ اور رفتہ رفتہ وہ خود میاں کو بے حیائی اور بے شرعی کا سبق دینے لگتی ہیں۔ اور جو لڑکیاں خود ہی غیر مقلد اپنے میکے سے گئی ہیں اور تکا کیا کہنا جو میکے میں تو ماں باپ کے دباؤ کنوارپن کے لحاظ میں مجبوری تھی بیاہ کے بعد ہی وہ سمجھ لیتی ہیں کہ ہم شرم و حیا کی حد سے باہر ہو گئے اگر میاں پابند شریعت ہوا اور اس نے عقلمندی کو راہ دیکر اسی وقت سے اصلاح شروع کر دی تو شاید کچھ بہلی رہیں اور اگر اس نے چشم پوشی کی یا لئے مستی میں بے خود ہوئیں تو پھر نہیں کسی بعد جیدے آلہ بے پناہ ہوں گی لڑکیاں بیاہ کے بعد اپنی شرعی عادتوں اور حیا کی پابندیوں کو چاہے وہ قبل بیاہ کے ہوتا قابل اطمینان کیوں نہ خیال کیجاتی ہوں بعد بیاہ کے چھوڑ دیتی ہیں یہ شوہروں کی دائمی تکلیف کا قوی سبب ہوتا ہے گو اُس وقت یعنی شروع شروع میں وہ باتیں بہت خفیف معلوم ہوتی ہیں۔

اس واسطے شوہر کو اس معاملہ میں نہایت سخت نظر اور شہر رکھنی چاہیئے کہ ان سے کوئی بات حیا یا شریعت کے خلاف سرزد ہو نے پاوے۔ اگر ادنے بات بھی اس قسم کی اُن سے وہ ہو کہ جو خلاف حیاداری یا شریعت کے بھی جاوے تو نہایت سخت مواخذہ کرنا چاہیئے یہاں تک کہ اس عادت کو ترک کریں ورنہ اس کے واسطے بہت خراب وقت آنیوالا ہے۔ بعض مائیں اور ساسیں اپنی بہو بیٹیوں کو رسمیات کی پابندی قرار دے کر بعض بے شرمیاں جائز قرار دیتی ہیں شوہر کو ان رسمیات کو اگر اپنی خیر منظور ہے یکلخت ترک کرانا چاہیئے کیونکہ بھگتنا ان اسی کو بھگتنا ہے۔ نہ ماں باپ ساتھ دیں گے نہ ساس سسرے۔

ہر کام ہر بات کا دستور ہے کہ شروع زمانہ میں جسکا انتظام ہوا پھر لا علاج ہو جاتی ہے ہم لڑکیوں کی تھوڑی سی حالت ذیل کی عبارت میں اس موقعہ پر بطور نمونہ کے بیان کرنا چاہتے ہیں کہ وہ شوہروں کے بے پروائیوں کی چشم پوشی سے کیا ہوگا۔ اور اُن لڑکوں کا ذکر بھی کرنا چاہتے ہیں جنکی دولہنوں نے شروع زمانہ میں اپنے میکے کی عادت حیا و دینداری پر خاک ڈال کے شوہروں کو خلاف کاموں پر اپنے عشق کے علاوہ نہیں بیدکا نہ خدا اور رسول کو درمیان دیکر انکو شرم دلائی بلکہ خود انکو خدا سے بڑھ کر سمجھا یعنی

خدا کے احکام پر اونکا حکم مقدم کر دیا۔

یہ بہت مشکل کام ہے کہ ہم بے حیا اور بے شرع لڑکی لڑکا کا مفصل حال تحریر کریں۔ اور تمام عمر کی نسبت جو پیش آمدنی ہے اس کو بیان کریں اس واسطے ہم چندہی باتوں کو اس موقع پر دکھلانا چاہتے ہیں کہ اس بے بہری سے اس کے نتائج پر خیال کیا جائے۔ دہم نے اپنی تمام تقریر میں حیا اور شریعت کو ایک جگہ اس واسطے کیا ہے کہ یہ دونوں لازم وملزوم ہیں جس میں حیا نہیں پابند شریعت نہیں ہو سکتا۔ اور جو پابند شریعت ہے یقینی حیا دار ہوگا)

ہم ایک آدہ موقعہ پر تذکرہ کر چکے ہیں مائیں اور ساسیں بعض امور بے شرع اور بے حیائی کے بلو رسمیات کے جایز قرار دے کر انکی تحریک کراتے ہیں اور بعض کو خود جایز دی کرتے ہیں۔ نئی دولہن دولہا کو بے حیائی پر لگا دیتے ہیں۔ اور اس کے نتیجہ سے شریعت اور حیا دونوں کا خون ہوتا ہے۔ اور آخر کار وہ اسکے اختیار سے بلکہ دولہا دولہن کے اور دولہن دولہا کے اختیار سے باہر ہو جاتے ہیں۔ لہذا ہم انہیں باتوں میں سے صرف سب میں پہلی بات کو بیان کر کے تھوڑا نتیجہ لکھے دیتے ہیں جو دولہا دولہن کو بے حیائی اور خلاف شرع ہونے سے پیش آمدنی ہے۔

جب دولہن دولہا دو مختلف گہرانوں سے بیاہ ہو کر آپس میں دولہن دولہا ہو کر ایک ہو جاتے ہیں شروع حالت میں وہ ماباپ اور ساس سسرے کے اختیار میں ہوتے ہیں۔ اور چونکہ انہوں نے اپنی پہلی طرز زندگی کے بعد ایک نئی حالت میں قدم رکہا ہے اس واسطے اگر ہم اس کو دوسرا حصہ زندگی کا یا ایک نئی زندگی ہی کہیں تو نامناسب نہیں ہے جب یہ نئی زندگی کے دولہا دولہن اس زندگی میں قدم رکہتے ہیں تو باستثنائے ان لوگوں کے جو پہلے سے اپنی حالتیں خراب کر چکے ہیں۔ اور جنکی تعداد کم ہوتی ہے بیچارے ایسی ہی ہوتی ہیں کہ اس زندگی کی راہ و رسم سے ناواقف ہوں اور مثل نیک کچی لکڑی کے کہ جس طرح چاہے ہموار ہو جائے یا خم کر دی جائے اونکی حالت رہتی ہے ماباپ ساس سسرے چاہے انکو ہموار کریں چاہے ناہموار۔ چونکہ مردوں کو یہ امر خلاف ادب اور خلاف حیا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو خود ان امور کی تعلیم دیں جو مناسب ہیں اس واسطے یہ بڑا کام ماؤں اور ساسوں کے تعلق ہے۔ کہ اس کا انتظام اپنے ادب کا لحاظ رکھ کے دوسروں کے ذریعہ بجا و سے کریں۔ مگر ہم کو بہت افسوس کے ساتھ ان دونوں کی نسبت یہ کہنا پڑتا ہے کہ وہ مآل کار پر نظر نہیں کرتیں۔ اور اپنی توجہ ادن کاموں میں مصروف کرتی ہیں۔ کہ جن کا نتیجہ

دولہن دولہا کی زندگی برباد کر دیتا ہے - بلکہ عاقبت بھی

پہلی بسم اللہ جو ماؤں اور ساسوں کی جانب سے ہوتی ہے وہ ان دولہا دولہن کا لحاظ توڑوانا ہے - جسکی بنیاد بیاہ ٹھہرتے ہی ڈالی جاتی ہے شادی ہونے کے پہلے اور شادی کے زمانہ میں اُن دولہن دولہا سے اپنی کیا بلکہ تمام برادری کے سامنے وہ رسمیات ادا کرائی جاتی ہیں کہ انکے دلوں میں لحاظ نہیں رہتا بلکہ انکو اُنکے ادا کرنے میں شرم چھوڑ ایک لطف آتا ہے - اگر بد لحاظی کی رسوم اُنکے اپنے سامنے اور بینر بھری بیبیوں میں ادا کرائے جائیں - تو وہ بد لحاظ نہیں ہو سکتیں ہم نے دیکھا ہے کہ جب ڈرکے لڑکیوں کو پہلے سے ادب و لحاظ کی عادت ہے - اور وہ ان رسمیات کے ادا کرنے میں پہلے شرماتی ہیں - تو مائیں انکو بگڑ بگڑ کر ادا کراتی ہیں - اور انکی بد لحاظی اور بے ادبی اس تشدد سے قایم کرائی جاتی اور اُن کے دلوں سے اسکی ضرورت اور عظمت دور کراتے ہیں - جب لحاظ جاتا رہا تو بیحیائی خود بخود آجاتی ہے مگر تاہم اس میں بھی مائیں اور ساسیں مددگار بن جاتی ہیں -

بے حیائی کی بسم اللہ یوں شروع ہوتی ہے کہ عقد کے بعد شب عروسی کو سہاگ پڑا کر دولہن دولہا جب ایک جگہ کئے گئے تو گھر کے تمام لڑکیاں اور بیبیاں بہی انکی تماشائی مختلف مواقع سے جہاں جیسا موقعہ ہوتا ہے اور لڑکیاں دولہن کے ہم عمر بھی اس موقعہ سے بہت خفیف حجاب کی آڑ میں قریب تر لگی ہیں کہ انکی بات چیت کیا معنی سانس کی آواز تک سنیں - اور صبح کو اسکی شہرت ہووے - بچارے دولہن دولہا کو کیا ہیں مجبور ہوکر انہوں نے اپنی حیا کو کسی قدر نہ کیا اور سمجھ لیا کہ منشا بزرگوں کا اور رسم دنیا کی یہی ہے -

دوسرے دن ہیں رات میں دولہن دولہا بلحاظ اس امر کے کہ گھر کے چھوٹے بڑے واقف ہونگے اور اس کا اثر ابتدا انکی حیا داری پر پڑے گا - اپنی خلوت میں یکجا کئے جاتے ہیں - اس دستور سے انکو بڑے چھوٹے کسی کا لحاظ باقی نہیں رہتا - وہ میکے کی حیا بھری لڑکیاں جو سسرال کا نام سنتے منہ چھپاتی تھیں - اور بیاہ کے تذکرہ سے لجا جاتی تھیں اپنے کنبے کی بیبیوں کے سامنے کو اپنے میں منہ تاکتی تھیں تھوڑی دیر میاں سے جدا ہو جاتی ہیں تو مائیں چھوڑ گھر کے دوسرے بڑے چھوٹوں کی معرفت مہینے ہی دو مہینے کے اندر دولہا سے پیام سلام کرنے لگتی ہیں یا جبکہ انکو خلوت میں جانیکے واسطے بڑے بوڑھی اس امر کا لحاظ نہیں کرتے کہ کوئی واقف نہووے تو وہاں سے واپسی کے واسطے (جو انکا اختیاری امر ہے)

انکو کسی کی واقفیت کا لحاظ مانع نہیں ہوتا آزادی سے دن چڑہے تک پڑے سوتے رہتے ہیں۔ اور جب خود ہی نیند پوری ہو کر آنکھہ کھلی تو بے دھڑک تمام گھر کے سامنے میاں کی خلوت سے باہر برآمد ہوئیں اس بات کی نہ میاں کو شرم نہ بی بی کو لاج۔ اور جب دن چڑہے تک بے کھٹکے سوتے رہے تو پھر نماز اور طہارت کیسی اسکی ضرورت تو حیا کے ساتھہ ہی ساتھہ رخصت ہوئی لگر حیا قایم ہوتی یا نماز کی محبت اور طہارت کی ضرورت دل میں ہوتی تو دن چڑہے تک سوتے ہی کیوں۔ یا اتنی بیداری رات کو کیوں اختیار کی جاتی جس میں حیا اور شریعت کا خون ہو جاتا۔

اب غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ ایک جائز کام کو ناجائز طریقہ سے کرنے میں یہ نقصان ہوا کہ دولہن دولہا بے حیا تارک الصلوۃ اور گندے ہو گئے انکے دلوں سے ایسی ضروری باتوں کی عظمت اٹھہ گئی۔ جو ایمان کی نشانیاں ہیں۔ اگر وہ اپنے محل سے نماز نہ پڑہ سکے تو گویا انہوں نے عمداً نماز ترک کی۔ اور عمداً نماز ترک کرنا سخت گناہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مَن ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر۔ یعنی جس نے عمداً نماز ترک کی پس وہ کافر ہوا معاذ اللہ من ذالک۔ خدا کسی کو عمداً نماز ترک کرنے کی جرأت نہ دیوے۔ اور ہر میاں بی بی کو حیا اور شریعت کی پابندی کا شرف عطا کرے۔

اب ہم اون نتائج کو بیان کریں گے کہ حیا اور شریعت کی پابندیوں کو چھوڑنے سے پیدا ہوں گے اور بتلائیں گے کہ ان میاں بی بی کی زندگی کس گت سے کٹیگی۔ واضح ہو کہ جو لڑکی بے حیا اور خلاف شرع ہو جاتی ہیں انکی کسی بات کسی فعل کا اعتبار نہیں رہتا ہے۔ دولہن کو ہرگز ایسے میاں پر جو خلاف شرع ہو یا اس کے دل میں حیا کی پابندی نہو اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ اس وقت کی محبت اور دلداری بالکل بے اعتبار ہے آیندہ نتیجہ ہوتا ہے کہ جب وہ دولہا دولہن کو بے حیائی اور خلاف شرع باتوں پر ابتدا سے اس زمانہ نشہ مستی سے دیکھے گا تو یقینی وہ دولہن سے بیزار ہو جاویگا اور چونکہ اس میں مادہ بے حیائی ہے شرم نہیں ہے اور شریعت کا پابند نہیں ہے دولہن کی طرف سے منہ موڑ کر دوسری جگہ دل بستگی کرے گا کیونکہ اسکا دل شریعت اور حیا سے خالی ہے۔ جو کہ ان باتوں سے ہو کر میں نے بہت مرد ایسے دیکھے ہیں کہ انکی بیبیاں اچھی خاصی صورت شکل کی گہر میں موجود ہیں مگر وہ ان سے بے فکر ہیں اور دوسری جگہ بیرونی عورتوں سے انہوں نے واسطے کر رکھے ہیں نہ شرم لاج باقی رہی نہ خدا کا خوف خلاف شرع فرد جرم نہ کرے تھوڑا ہے اس واسطے بدافعالی کرنے کو دنیا کا ہمت بہادر موجود ہے جب بے حیائی ا...

بے شرعی اُن کی عادت ہو گئی - تو بدافعالی کی کوئی روک نہ رہی ماباپ اور بی بی بچّوں کو اُن سے بہتری کی امید رکھنا عبث ہے - کیونکہ جس نے اپنے گھر میں پابندی شریعت وحیاداری کی نہ رکھی اس سے دوسری جگہ کیا امید ہو سکتی ہے - مردوں کو بہت آزادیاں ملتی ہیں جہاں ماباپ اور بی بی بچّوں سے علیحدگی ہوتی ہے ہم نے مرد ایسے دیکھے ہیں کہ جن پر کسی طرح گمان بھی بدافعالی کا نہیں ہو سکتا - مگر وہ ایسے گرے ہیں کہ سنبھل جانا مشکل ہے بلکہ ناممکن ہو گیا ہے - سبب یہ ہے کہ مردوں کو صحبتیں ہر قسم کی اٹھانی پڑتی ہیں - تاوقتیکہ وہ اپنے گھر سے پوری پابند حیا اور شریعت کی ہو کر نہ نکلیں - بری صحبت میں سنبھل نہیں سکتے اور بہت کم دیکھا گیا ہے کہ جس ابتدائی زمانہ سے ماباپ نے پابند شریعت اور حیادار بنایا ہے اور بعد بیاہ کے بھی انکی پابندیاں ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں جنکا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے قایم رکھتے ہیں - وہ بگڑ گئے ہوں - میرے نزدیک بیاہ کے بعد شروع زمانہ میں بی بی کا پابند شریعت اور پابند حیا ہونا اور ہر موقعہ پر میاں کو حیا اور شریعت کی یاد دلانا - بشرطیکہ خود کج خلق نہ بن جائے - میاں کی پابندیوں کے واسطے ایک پر اثر تدبیر ہے اس واسطے کہ نئی دلہن کی محبت ابتدا اُن لڑکوں کو تمام عمر دنیا بھر سے زیادہ ہوتی ہے کچھ بی بی کی دلداری کچھ اسکی پابندیوں کی شرم سے میرا خیال ہے کہ یقینی وہ رفتہ رفتہ شریعت اور حیا کے عادی ہو جائیں گے جو اس دلہن اور دولہا یعنی دونوں کی آیندہ بہبودی کا ذریعہ ہوگا -

علاوہ ان باتوں کے جس کا تذکرہ ہم اوپر کر چکے ہیں لڑکیوں کی بے حیائی کا ابتدائی ذریعہ اُنکی ننگی پوشاک اور بے پردگی ہے جو ابتداءً ماباپ اور ساس سسرے کی جانب سے قایم ہوتی ہے شہرات کا تو کوئی تذکرہ نہیں وہاں کی راہ و رسم پوشاک کی ابتدا ہی سے قابل اعتراض ہوتے ہیں مگر قصبات میں قبل بیاہ کے لڑکیاں زیادہ تر ایسی پوشاک میں رکھی جاتی ہیں کہ جو واقعی پردہ داری کی پوشاک ہے اور انکی حیاداری کا بھی بہت بڑا اہتمام رکھا جاتا ہے مگر افسوس کے ساتھ ہمکو کہنا پڑتا ہے کہ وہی مائیں جو اپنی کنواری لڑکیوں کو نہایت پردہ داری کی پوشاک میں رکھتی ہیں - اپنی کنبے برادری کی عورتوں تک سے چھپائی پھرتی ہیں - اس تمام پرداری اور حیا کا اس بیرحمی سے کھوج کھوتی ہیں کہ جس کا بیحد تعجب ہے یعنی اس لاج بھری لڑکی کے بدن کو ننگی پوشاک پہنا کر ہر کسی کے دیکھنے کو وقف کرتی ہیں عورت کی ذات تو چاہے کوئی بھی ہو مستحق اس بات کی ہے کہ اس کو کوئی نہ دیکھے - مردوں پر بھی جسقدر اپنے کنبے کے اور جس قدر دولہا کے کنبے کے ہیں (چاہے وہ محرم ہوں یا نامحرم) اس کا دیکھنا اسی حالت

بے پردگی میں مباح بلکہ ایک دفعہ تو منہ دکھائی کے واسطے لازم قرار دیا گیا ہے۔ اگر کوئی نہ دیکھے تو ماؤں اور سالوں کو شکوہ اس کا ہوتا ہے کبھی وہ کنواری لڑکی جس نے آنکھ بھر کے غیر عورت کو بھی نہیں دیکھا اور جس کا بدن ہمیشہ موٹے کپڑوں میں چھپا رہتا ہے جب اس طرح ننگی حالت میں نکاح کے دو بول پڑھا کر ایک نمائش کی چیز بنا دی جاوے اور عورت درکنار نامحرم مرد تک اس کے جلوے دیکھیں۔ اور اس کے ایک ایک عضو پر نظر ڈالیں اور وہ بھی خاص اپنی ماؤں اور ساسوں کے ہاتھوں اور انکی اصرار سے تو کئے دن اس کے دل میں حیا کا پاس رہتا ہے۔ ایک دو دن اپنے جی میں سب کے سامنے اپنے بدن کو ننگا دیکھکر شرمائیں گی آخر آزاد ہو کر سمجھ لینگی کہ ہمارا بدن اسی واسطے خلق ہوتا ہے کہ سب جلوہ دیکھیں اور پھر یہ ہوگا اور ہوا ہے کہ اگر ماں باپ ساس سسرے نے کوئی فعل سیر بھر کیا ہے تو وہ پانچ سیر کرنے لگتی ہیں سخت حیرت ان ماں باپ پر ہے جو اس پردہ داری اور حیا داری سے پالی پوسی لڑکی کو گویا ننگا کر کے عورت و مرد کے واسطے نمائش گاہ بناتے اور اس کے شرم و لحاظ کو الٹی چھری سے حلال کرتے ہیں۔

اور بہت تعجب اُن ساسوں اور سسروں پر اور خاص کر شوہروں پر ہے کہ جو اپنے گھر آئے پر اُس کا فوراً انسداد نہیں کرتے بلکہ اگر میکے میں سیر بھر ہے تو سوا سیر کر دکھاتے ہیں۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس اہتمام پر بھی وہ لڑکیاں اس بات کو نہ سمجھیں گی کہ ہماری شرم و لحاظ کا زمانہ گذر گیا۔ اور اب ہم شرم و حیا کی حد سے باہر ہیں۔ بڑی بے ہمتی کی بات ہے کہ کسی بہو بیٹی پر غیر مردوں کی نظر اس بے حجابی سے پڑے کہ وہ اس کے ہر عضو دیکھکر معلوم کریں کہ اس کا بدن ایسا ہے رنگ روپ اس طور کا کمر ایسی پتلی سینہ اور گردن ایسا ہے یا چولی اس ترکیب یا کرتے اس وضع کے پہنے اور پاجامہ اس قماش کا ٹانگوں میں اور دوپٹہ اس ڈھنگ کا سر پر اوڑھے ہے۔ خواہ ماتھا ایسا آنکھیں ناک کان دہانہ گردن اور تمام اعضا کی مناسبت مجموعی ایسی ہے اور اس کے بعد اپنی آزاد صحبتوں میں انکی نکتہ چینیاں یا برائیاں ہوں کوئی کہے کہ آنکھیں بڑی عمدہ ہیں کوئی کہے ناک خراب ہے کوئی کہے ہم کو دہانہ بہت پسند ہے۔

لعنت اس بے غیرتی پر جو اپنی اولاد کے واسطے یا اپنی بہو بیٹی کے واسطے گوارا کی جاوے اور اس کے نتیجہ میں اسکی نیک بختی سے بھی ہاتھ اٹھایا جاوے نعوذ باللہ من ذالک اس پر تعجب ہوگا کہ یہ بات ہم نے کیا کہدی۔ کہ نتیجہ میں اسکی نیک بختی سے ہاتھ اٹھایا جاوے اس واسطے ہم اس جملہ کی تھوڑی شرح کرنا چاہتے ہیں۔

واضح ہو کہ جب لڑکیاں اپنے میکے سے اس شان و شوکت کے ساتھ ننگی ٹھہیر ہو کر اور آنکھوں سے حیا کھو کر سسرال پہونچیں جہاں کے لوگوں کے ساتھ انکو حیا کی پہلی عادت بھی نہیں تھی اور پھر وہاں پہنچکر انکی بے پردگی روکی نہیں گئی - بلکہ میر کی سو اسیر بنا کر دکھائی گئی - اور ایسے نامحرم مردوں کے سامنے دفعتہ لائی گئیں کہ جنکو خواب میں بھی بیگانہ سنا - اور ان سے ہنسی ٹھٹے مذاق مباح ہوئے - بس انکی آنکھوں کی لاج یکلخت رخصت ہو گئی - انکے دلوں میں بجائے اس شرم و حیا کے جو بیاہ سے پہلے میکے میں تھی اپنی خود نمائی اور نامحرم مردوں کے ساتھ خوش فعلیوں کا مذاق آگیا اور پہلے شرم اور حیائی سے کایا پلٹ ہو گئی - اس پر دولہا کے ساتھ خلوتوں کا وہ معمول رہا کہ جس کو کسی قدر ہم اوپر تذکرہ کر چکے ہیں - ان مجموعی برتاؤ اور ایسی آزادانہ ملت سے کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ ایک جوان لڑکی میں وہ مادہ قایم ہو سکتا ہے کہ جو ایک نیک بخت کے واسطے درکار ہے میرے نزدیک ہرگز نہیں یقینی وہ لڑکیاں جنکو انکے ماباپ ساس سسرے نے اس اہتمام سے چوپٹ کیا ہے بے باک - بے حیا - بدشرم بے مروت - بے غیرت - کج خلق - غصہ دار - بے انس - خود نما - خود رائی - خود آرائی - عیش دوست - خود غرض نکمی ہی ہونگی اور ان صفات کے نتایج کا اثر ماباپ اور ساس سسرے اور خاص کر شوہروں پر جو کچھ پڑے گا وہ انکے دلوں پر نقش کالحجر ہوتا رہیگا - ہم ایک ایک لفظ کی تشریح میں ایک ایک جزو لکھ سکتے ہیں لیکن منظور ہے کہ اس تقریر کو مختصر کریں - لہذا اس طوالت سے کوتہ قلمی اختیار کی جاتی ہے صرف چند باتیں ذیل کی سطروں میں بتلاتے ہیں اور جس کو تشریح کرنی منظور ہو وہ ہمارے ہر لفظ کو اپنے ذہن میں لیکر غور کرے کہ اس سے کون کون بات پیدا ہو سکتی - خود معلوم ہو جائے گا کہ میدان اس کی شرح کا کسقدر وسیع ہے جس کو ہمنے یک لخت چھوڑ دیا ہے -

جب لڑکیاں بے حیا اور بے شرع ہو کر انمیں رفتہ رفتہ وہ صفات ذمیمہ آگئیں - پہلے انکے دلوں سے میکے والوں کی محبت کم ہو کر بوجہ آزادی پسند ہونیکے سسرالیوں میں بہت کچھ ہمدردی اور محبت کا لگاؤ پیدا ہوتا ہے - اور وہاں کی ایک ایک صورت انکو بھلی معلوم ہوتی ہے اور دولہا کا تو کچھ کہنا ہی نہیں دنیا و مافیہا میں جو چونپ کی محبت اس نے کی ہے کسیکی نہیں - مگر اس وقت میں یہ سب ہی عارضی ہیں - اور جب تک وہ دلہن دلہن ہے جب ہی تک یہ سب باتیں ہیں - اور جب وہ زمانہ عروسی گذر گیا اور ساس سسرے نے دلہن پر کچھ بار ڈالنا چاہا پھر وہ بات کوسوں دور ہو جاتی ہے - اور پھر دلہن کو اپنا میکا ہی

غنیمت معلوم ہونے لگتا ہی اور سبب اس کا یہ ہوتا ہی کہ سسرال والی تو بعد زمانہ عروسی کے یہ سمجھتے ہیں کہ بہو کو ہمارے گھر رہنا سہنا ہے۔ اب عروسی کا زمانہ ہو چکا۔ بہو سے کچھ مدد ملنی چاہیئے جو بہو ہونے کا پہل ہی کہ ساس سسر کا ہاتھ بٹے۔ مگر بہو کا مزاج دوسری عادتوں اور آزادیوں میں لگا ہوا ہے۔ اوس کا جی (اپنی ان ذمیمہ صفات کی وجہ سے جسکو ہمنے اوپر بیان کیا ہے) اسطرف متوجہ نہیں ہوتا۔ یہ بات سسرالیوں کے خلاف ہوتی ہی۔ اور میکے والوں کے دلوں میں اس خیال سے کہ لڑکی اپنی سے پرائی ہو گئی ہے جسقدر محبت پہلے تھی بیاہ کے بعد اوس سے زیادہ ہو جاتی ہی۔ اور یہ گھڑی ماں باپ بہن بھائی کی اس خیال میں گذرتی ہی کہ لڑکی کی صورت ہمکو غنیمت ہی اور وہ ہمارے یہاں مثل ایک مہمان کے ہے اسکا جی کسی بات میں میلا ہونے پاوے ہر بات میں اس کی خاطر عزیز ہوتی ہے اگر اس کی ان عادات سے جو پسندیدہ نہیں ماں باپ کے دلوں میں اس کا کوئی شکوہ بھی آ جاتا ہے تو اوسی ہمدردی کی وجہ سے اوس کو قیام نہیں ہوتا اور محبت خود اوس شکوہ کو انکی طبیعت سے رفع کر دیتی ہی اور لڑکیاں بھی اپنے ماں باپ کے گھر ان عادات کو پورے طور پر برتتے ہیں (جیسا کہ سسرال میں تھا) کسی قدر سمجھتی ہیں۔ بوجہ اس کے کہ یہاں پر اون کو ابتدا سے شرم و لحاظ کی عادت ہے اور ماں باپ نے انکو بیاہ کے بعد ہی رخصت کر دیا ہے۔

اب میاں بی بی کی گت سنو جو چشم پوشیاں اس نے دلہن کی حیا داری اور شریعت کی پابندیوں کی تعلق سے کی ہیں انسے وہ عادات ذمیمہ پیدا ہو کر میاں پر کیا اثر ہوا یہ ہم کہہ چکے ہیں کہ ماں باپ ساس سسرے چند روزہ ساتھی ہیں۔ یہ بعد چندے مرکھپ جائیں گے۔ اور اس جوش مستی کے زمانہ میں چشم پوشیوں کا بھگتان میاں کو بھگتنا ہوگا۔ اب وہ وقت آن پہنچا جس کی خبر دی گئی تھی۔

چونکہ میاں نے بی بی کو ابتدا سے آزاد کر رکھا ہے اور اسکی آزادی کو ایسی قوت ہو گئی ہے کہ یقینی وہ دفع نہیں ہو سکتی۔ وہ میاں پر ایسا قبضہ کریگی کہ وہ جورو اور جورو خصم ہو جائے گی۔ اگر ذرا ہی چیں چپڑ کی اور اس نے یعنی بی بی نے کسی بے حیائی کی دہکی سے ڈرا دیا۔ اسوقت میاں کو وہ بی بی سانپ کے منہہ کی چھچھوندر ہو جانے گی۔ اور مختصر یہ ہے کہ یا اوس بی بی سے منھ موڑ کر دوسرا بیاہ کرنا پڑے گا۔ یا اپنے اوپر اوسوقت تک کوفت اوٹھانی پڑے گی کہ اپنا دم ٹانگوں سے نکلکر سینہ پر دو گھڑی کا مہمان ہوگا میاں کو مرتے مرتے ایک لمحہ اوس بی بی سے آرام پانے کی امید نہیں رکھنا چاہیے جس کو اوس کے ابتدائی زمانہ شادی سے شریعت اور حیا کا پابند نہیں بنایا یا اونکے بات میں ہی اپنے عیش کی وجہ سے خواہ اس کی خاطر کے

خیال سے چشم پوشی کی ہے اگر ہم اس کی تصریح کریں تو ہم کو ایک دوسرا دفتہ لکھنے کی ضرورت ہوگی پس ہم اسقدر لکھیں گے
کہ ہماری ان الفاظ کو گفتگو پہلے جو کہہ چکے ہیں فکر کے ساتھ خیال کرنا چاہئے اور سوچنا چاہئے کہ ایک ایک لفظ سے کون
کون بات پیدا ہو سکتی ہے اور ہم پر کیا کیا اثر خراب اس کی وجہ سے پڑیں گے۔ اور میں یقینی کہتا ہوں جن بیبیوں
میں وہ صفات ہوں گے وہ مرنے کے بعد بھی شوہروں کو بُرائی سے خطاب کر کے اونکی روحوں کو اذیت
پہنچا ئینگی میں نے ایسی بیبیاں دیکھی ہیں اور اپنے انہی کانوں اپنے مردہ شوہروں کو بُرا بھلا کہتے سُنا ہے
اسواسطے اس تذکرہ کرنے میں مجکو دریغ نہیں ہے ایک خود آرائی خود غرضی کو ہی خیال کرلو کہ جس عورت کی
دل میں خود آرائی اور خود غرضی ہوئی۔ اپنی ضرورتوں کی وجہ سے میاں کو خرچ کی فرمائشات سے تمام عمر
چین نہ لینے دیگی۔ اور کوئی کیسی ہی تکلیف اوسپر خرچ کی بہم رسانی میں کیوں نہ گذر جائے ہرگز اوس کی پروا
بی بی کو نہیں ہو سکتی جبتک کہ اس کے دم میں دم ہے۔ اگر پاس شریعت ہوتا تو اپنے حق کو پہچانتے کہ میاں سے
ہم کس کس چیز کے حقدار ہیں۔ اور کس طور سے اور اس کے بعد میاں کی احسانمند اور خدا کی شکر گذار ہوتی کہ
ہمارے حق سے زیادہ ملا بی بی کا حق تو یہی ہے کہ میاں کی جیسی حیثیت ہے روٹی کپڑا اوس حیثیت کے
موافق پا دے نہ یہ کہ اس کو ستا کر اور جبر کر کے اپنی خواہش کے موافق دعویدار ہو۔ اور اس کے رنج و راحت
کی پرواہ نہ کرے۔ اگر میاں اپنی حیثیت کے موافق دینے میں قصور کرتا ہے تو وہ خدا کا مواخذہ دار ہے۔
(شوہر اول ایسی بیبیوں کو جانچتے ہیں کہ بی بی کی زیادتیاں اس کی خود غرضی کی وجہ سے ہیں۔ یا واقعی کسی
مجبوری سے اور حتی الوسع اس خیال کو دفع کرنا چاہتے ہیں کہ انکی طبیعت میں بی بی خود غرض ثابت ہو اسواسطے
اس ثبوت میں اس کے گھربار اور بچوں کی بیزاری ہے مگر تا کجے۔ اور اصلی بات کب تک چھپی رہتی ہے اور وہ بھی
مردوں کے سامنے کہ انکو خدا نے علم اور عقل کا مادہ عورتوں سے بہت زیادہ دیا ہے وہ بیبیوں کی
تمام حالات پر اور کل عادات پر نظر کر کے آخرکار بیوی کو خود غرض اور اپنے رنج و راحت سے بے پرواہ سمجھکر
اوس سے بیزار ہو جاتے ہیں اور اوس بی بی کو دکھ دیوا بی بی سمجھکر اوس کے ہر فعل ہر ادا سے نتیجہ اخذ کرنے
لگتے ہیں اور پھر اوسی بی بی کے ساتھ جسپر وہ جان نثار یاں تھیں اونکی محبت بالکل وہ جاتی ہے اور آیا ضابطہ برتاؤ رہجاتا ہے
اور وہ بھی دن شوہروں کا جو سقدر خدا ترس ہیں نہ بعض تو بالکل ہی قطع تعلق کرتے ہیں نہ اونکی دوسی غرض نہ کرام کسی واسطہ جو تھوڑا

بہت پاتے ہیں۔ اوسمیں عیش کرتے اور لطف زندگی اوٹہاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمکو زر داون دوسرے خرید کے لیا مطلب یا لڑکی ہمکو راحت پہونچاتی تو ہمارا فرض اس کو راحت پہونچانا ہونا ورنہ نہیں ہے جب شوہروں کی یہ حالت اپنی بیبیوں کے ساتھہ ہو جاتی ہی۔ اسوقت ان بیبیوں کو اپنی ان عادتوں کی وجہ سے جو جو تکلیفیں ہیں اور صدمے گذرتے ہیں۔ انکا جی ہی جانتا ہے۔ اگر ہم اس کی تصریح کریں تو اس کے واسطے ایک حصہ الگانہ دفتر تحریر کرنے کی ضرورت ہووے۔ اسواسطے سکوت کرتے ہیں۔

بس ہمنے جسقدر اس کے متعلق پہلے حصہ میں لکھا ہی وہی کافی ہے اب ہم اس تقریر کو اسی حیثیت سے یہاں پر چھوڑتے ہیں۔ اور جو دو چار باتیں متعلق پرورش اولاد کے کہنی رہگئی ہیں۔ اونکا تذکرہ کرتے ہیں واضح ہو کہ انگریزوں کی ولایت میں یہ دستور ہے کہ جب لڑکا لڑکی بالغ ہو جاتے ہیں۔ لڑکا اپنی شادی میں خود مختار ہی۔ جہاں اسکا دل چاہا اپنے سرمایہ سے بیاہ کرلے اور لڑکی کی خود مختاری اسقدر ہے کہ وہ اپنا شوہر اپنی رضامندی سے پسند کرتی ہے۔ مگر اہتمام شادی کا ماں باپ کرتے ہیں۔ اور انکی شادی کے بعد والدین کے لڑکا لڑکی سے ادا ہو جاتے ہیں۔ اس ولایت کے علاوہ دوسری ولایتوں میں بیاہ شادی لڑکی لڑکا کی والدین کے حقوق میں داخل ہے بعض جگہ بعد شادی کے علیحدہ کر دئے جاتے ہیں۔ اور بعض جگہ والدین یا ساس سسرے انکی دست نگر رہتے ہیں مگر ہمارے ملک میں زیادہ تر دستور یہی ہے کہ اگر کوئی خاص سبب بیزاری کا ہو تو میکے میں ماں باپ سسرال میں ساس سسر اپنی زندگی تک کفالت انکی اور انکی اولاد کی کرتے رہتے ہیں اور اپنے اختیار تک خود تکلیف اوٹھاتے ہیں اور انکو راحت پہنچاتے ہیں۔ پس موافق دستور اپنے ملک کے اپنی اولاد کی اولاد کے واسطے بھی وہی سب برتاو علم تدبیر کے برتنا چاہیے کہ جو اپنی اولاد کے واسطے برتنے کو ہمنے اس میں تحریر کیا ہے جب بہو بیٹیاں بار آور ہوں اون کو اونکے ستنے احتیاطیوں کی اطلاع کرنا اونکے بزرگوں کا کام ہے اور جب اولاد پیدا ہو اوسی انتظام سے اوس کی پرورش کرنا اور اوس کے ماں باپ کو توجہ دلانا بڑوں کا فرض ہے ہر موقعہ اور ہر فعل انکو بتلانا چاہیے کیونکہ وہ اوس انتظام سے ناواقف ہیں ایسا نہو کہ ناواقفیت سے کوئی نقصان ہو جاوے۔ بہو بیٹیاں جبتک کہ میکے اور سسرال میں رہتی ہیں بڑوں کے بھروسے پر اولاد کی پرورش سے کچھہ بوجھہ لحاظ اور کچھہ پوچھنا تجربہ کاری کے لیے نہ کر رہتے ہیں اونکو ہوشیار بنانا اونکی آیندہ بہبودی اور نقصان سے بچنے کے واسطے ایک ضروری امر ہے

بدمزاج لڑکیاں اپنے بچوں کے ساتھ درشتی اور بدزبانی سے کلام کرتی ہیں ان کو کم بخت بدنصیب وغیرہ وغیرہ
کوسنے کاٹنے غصہ کی حالت میں دیتی ہیں ان سے بچے بیحیا ہو جاتے ہیں اور جب بیحیا ہو گئے یاد رکھنا چاہئے کہ وہ تعلیم و تربیت
دونوں سے رہگئے جن بچوں کی مائیں اپنے بچوں کو نا ملائم الفاظ کہتی ہیں کوئی شک نہیں کہ ان ماؤں کی
محبت بچوں کے دلوں سے اوٹھ جاتی ہے۔ اور یہی حال باپ کا ہوتا ہے اگر وہ اولاد سے نا ملائم الفاظ
کے ساتھ مخاطبہ کرتے ہیں۔ بھلا سوچو تو کہ جس اولاد کے واسطے پیدا ہونے کی تمنائیں ہیں جسکے آرام کے واسطے
اپنی زندگی بے لطف کرلی جس سے یہ امید ہے کہ ہماری زندگی میں کام آویگی یا بعد مرنے کے اوس سے ہم کو
مدد پہنچے گی۔ وہ اس بات کی مستحق ہے کہ مائیں ذرا ذرا سی بات میں بدنصیب اور کمبخت مشکی۔ آگ لگے بھاڑ
میں جاؤ چولھے میں جاؤ ایسے سخت الفاظ سے خطاب کریں۔ کیا امید ہو سکتی ہے کہ جس اولاد کو ایسے کوسنے پڑتی
رہیں۔ وہ ان کے اثر سے بچا رہے یا وہ اولاد جب اپنی سمجھ پر آوے اور ان الفاظ کے معنی سمجھے پھر ماباپ
کی خدمت انکی زندگی میں کرے یا بعد اون کے انکو فاتحہ درود سے یاد کرے ہرگز نہیں ہو سکتا تم کسی ماباپ کو
اپنے ذہن میں لے کر (جو اپنی اولاد کو ان الفاظ سے خطاب کرتے ہیں) خیال کرو کہ انکی سیانی اولاد کو ان ماباپ
کے ساتھ وہ محبت ہے جو ہونی چاہئے اگر نہیں ہے تو یقین کرلو کہ وہ اولاد خدمت والدین نہیں کرسکتی۔ کیونکہ
خدمت کرنا محبت پر منحصر ہے۔ اور یقین جان لو کہ جس نے والدین کی حیات میں انکی خدمت نہیں کی
غیر ممکن ہے کہ اون کے مرنے کے بعد فاتحہ درود سے یاد کرے جسنے سامنے نہ کیا وہ پیچھے کیا کرے گا

اب سوچنا چاہئے کہ بات تو اتنی ہوئی کہ غصہ کی حالت میں ماباپنے اولاد کی نسبت نا ملائم الفاظ استعمال
کئے۔ اور نتیجہ اس کا کتنی دور پہنچا۔ اور کس کس پر۔ اولاد دنیا میں بے عزت ہوگئی۔ تعلیم و تربیت سے
رہگئی۔ ماباپ کی خدمت انکی زندگی میں نہ کی اون کے انتقال کے بعد انکو درود فاتحہ سے یاد نہ کیا
اولاد کی عاقبت خراب ہوئی کہ اس پر والدین کی خدمت انکی زندگی میں فرض کی گئی ہے اور بعد انکی انتقال
کے انکا حق رکھا گیا ہے کہ اولاد حسنات پہنچا دے۔ کس قدر خراب نتایج نکلے۔ اور ان ماباپ سے خدا کا
رحم و کرم اوٹھ گیا۔ وہ جدا رہا۔ کیونکہ حدیث شریف میں جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے
معصوم بچوں کی نسبت فرمایا ہے کہ لا یرحم من لا یرحم جو شخص کہ معصوم بچوں پر رحم نہ کرے گا۔
خدا اون پر رحم نہیں کرے گا۔ معاذ اللہ جس پر خدا رحم نہ کرے اوس کا کہاں ٹھکانا لگے۔ بس ان الفاظ کی

نتیجوں کو خیال کرکے ان کے استعمال سے بچنا چاہیئے۔

بچوں کے خدمتگاروں کے اور اجلاف کے ساتھ بیٹھنے اور خلا ملا رہنے سے بہت روکنا چاہیئے اس صحبت سے عادات خراب اور طبیعتیں چھوٹی اور کم ظرف ہوتی ہیں۔ اور وقار کبھی نہیں آسکتا۔ بلکہ نہایت خطرات ہیں جنکی تصریح ہم بوجہ طوالت کے نہیں کرتے۔ جھوٹ بولنے قسم کھانے۔ بدگوئی۔ غیبت۔ بہتان۔ کانا پھوسی سے منع کرو۔ کہ یہ عادتیں خرابیاں دین و دنیا کی پیدا کردیتی ہیں۔ اور اسوقت کی عادت مرتے دم تک نہیں جاتی

باورچی خانہ یا زمین میں بیٹھکر کھانا کھانے سے انکو روکو کھانا بہت تعظیم کرنے کی چیز ہے وہ نعمائے پروردگار میں سے ہے۔ اس کو نہایت تعظیم اور عزت کے ساتھ کھانے کی عادت ڈلوانا چاہیئے تاکہ خدا کی نعمت کی ناقدری نہو دے۔ جو لوگ کھانے کی حرمت اور عزت نہیں کرتے افلاس انکا پیچھا کرتا ہے اور زمین میں بیٹھکر یا بادرچیخانہ میں بیٹھکر کھانا کھانا بے قعت لوگوں کا کام ہے۔ ہندو لوگ جو زمین میں کھانا کھاتے ہیں۔ وہ ان کے مذہب میں کھانا کھانے کی مذہبی تعظیم ہے۔ مگر اس میں بھی اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کسقدر احتیاط اس نوع کی صفائی اور کسقدر عظمت اس کھانے کی انتظام میں ان کے مذہب میں رکھی ہے یہ ایک دوسری بات ہے کہ ان کے مذہب نے اس طریقہ کو عمدہ اور تعظیم کا طریقہ قرار دیا ہے اور ہماری مذہب نے دوسری طرح اس کی تعظیم کے قاعدہ رکھے ہیں مگر ان کا یہ فعل ان کی تعظیم میں کوئی دہبہ نہیں لگا سکتا انگریزوں کے یہاں دوسرا طریقہ تعظیم طعام کا ہے اور وہ ہم دونوں سے بہتر ہے مگر ہماری دیسی تعظیم ہے جو ہمارے مذہب میں قرار دی گئی ہے۔ یعنی صاف جگہ میں بیٹھکر صاف برتن میں کھانا نکالکر دستر خوان یا کسی دوسری چیز پر جو ریزہ باہر نکلنے پائے کھانا چاہیئے۔

بچوں کو غذا اس ترکیب سے اور تدبیر سے دینا چاہیئے کہ کسی وقت انکا معدہ خالی نہونے پائے خلوئے معدہ سے عقل زائل ہوتی ہے اور ناقص انجرات دماغ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ کم سے کم تین چار گھنٹے میں غذا تحلیل ہوتی ہے۔ اسواسطے تین چار گھنٹہ بعد ان کو تھوڑی تھوڑی غذا دینی چاہیئے مثلاً صبح کو سات بجے کے قریب جب وہ منھ ہاتھ دہوکر اپنی ضروریات سے فارغ ہو جاویں۔ ان کو تھوڑا کھانا کھلاؤ اس کے بعد دس اور گیارہ کے درمیان میں کسیقدر زیادہ دو۔ جو شکم سیر نہونے پاوین اور اسکے بعد دو بجے خفیف غذا دوپہر بعد پانچ بجے کے نہایت خفیف کوئی مناسب چیز دیکر پانی کا ایک گلاس

پلادو (جبکہ وہ مکتب سے واپس آویں) اس کے بعد آٹھ اور نو کے درمیان میں پورا کھانا کھلا کر تھوڑی دیر ادہر ادہر کی باتوں میں بہلا کر سولا دینا چاہیئے رات کا کھانا اسواسطے پورا رکھا گیا ہے کہ معدہ کو ہضم کا وقت کافی ملتا ہے۔

سونے کے واسطے انتظام رہنا چاہیئے کہ چھ گھنٹہ سے کم اور سات گھنٹہ سے زیادہ بچے کو نہ سونے دیں۔ اسواسطے زیادہ سونا سستی اور کاہلی لاتا ہی۔ دن کا سونا ہمیشہ مُضر ہے۔ مگر گرمیوں میں دن بڑے اور راتیں چھوٹی ہوتی ہیں۔ اگر بچے ایک گھنٹہ دوپہر کو سولا دئے جاویں تو مضائقہ نہیں ہے۔ مگر خیال ضرور رہنا چاہئے کہ مجموعی تعداد سونے کی دن رات ملاکر اوس تعداد سے زیادہ نہو نی پاوی جو ہمنے اوپر بیان کی ہی۔

بڑوں کے واسطے اگر خدا نیک ہدایت دی تو میری رائے یہ ہے کہ رات کے چار حصے کئے جاویں۔ ایک حصہ ابتدائی جاگنے کا جس میں بعد ادائے فرائض خداوندی عمدہ تذکرے اچھے لوگوں کے۔ یا اپنے عزیز بہن بھائیوں کی بات چیت میں بسر کیا جائے دو حصے یعنی ۹ بجے سے تین بجے تک خواب راحت ہو اور تین بجے سے چھ بجے صبح تک یاد الٰہی ہو سوتے وقت اپنے دن بھر کے واقعات کو یاد کرنا چاہیئے اور بہ نظر انصاف اس بات کا جی میں تصفیہ کرنا چاہیئے کہ صبح سے اوس وقت تک ہمنے کون کون امور دنیا اور دین کے متعلق اچھے اور کون کون بُرے کئے ہیں یا کون دنیاوی معاملات ہمسے ایسے ہوئے ہیں جنکی وجہ سے ہمپر دینی الزام عاید ہوگا یا فائدہ پہونچے گا۔ سب باتوں کو سوچ کر بعد اس تصفیہ کے جو امور خلاف ثابت ہوں ان کے واسطے اپنے دل پر نفریں کر کے ان کے چھوڑنے کا ارادہ مصمم کرنا چاہئے اور یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ ایسا کام دوبارہ سرزد نہونے پاوے اور جو امر شریعت کے موافق اور حیا کے مطابق ہوں ان کے واسطے خدا کا شکر کرنا چاہیئے۔ کہ اس کی ہدایت سے اچھے افعال سرزد ہوئے اور اس کی جناب میں دعا کرنی چاہیئے کہ وہ اپنے اکرام سے اپنی ہدایت کو ہمسے زیادہ کردے۔ جو شخص اس عادت کو اپنا معمول رکھے۔ مجھکو کامل یقین ہے کہ گو کیسی ہی برائی اس کی طبیعت میں کیوں نہو اس کی طبیعت چند ہی روز میں بالکل ہو جائیگی۔ سونا ایک علامت موت کی ہے بلکہ نمونہ موت کا ہے جو خداوند عالم نے اس بات کے جتانے کے واسطے زندگی کے ساتھوں ساتھہ لگادیا ہے۔ اس کی حالتوں کو یاد کر کے ہم عبرت اور ڈر پکڑیں اور موت کو فراموش کر کے عاقبت کو بھلا نہ دیں۔ اسواسطے

اگر دن کو دنیاوی دھندوں میں انسان موت کو بھول جاتا ہے تو سوتے وقت تو یاد کرے اور خدا کے خوف سے ڈرے۔ عین سوتے وقت چاہئے کہ تجدید ایمان کرے اور کلمہ پڑھے خدا کی ربوبیت [illegible] رسول کی رسالت کا قلب و زبان سے اقرار کرے اور اپنے گناہوں سے توبہ استغفار کرتا ہوا سو رہے تاکہ اگر سوتے میں روح فنا ہو جاوے تو ایمان ساتھ جاوے انشاء اللہ [illegible] ایمان [illegible] دے اپنی اولاد کو بھی جیسی وہ سیانی اور سمجھدار ہوتی جاوے [illegible] عادت کا پابند [illegible] [illegible] اتنا کرنا چاہئے کہ اپنے سونے کے وقت آخری کلمہ جو ان کے منھ سے [illegible] کلمہ طیبہ ہو اور [illegible] کے بعد پہلا کلام جو منھ سے نکلے وہ کلمہ طیبہ ہو۔

جو باتیں میرے منتشر دماغ میں تمہاری اور تمہاری اولاد کی بھلائی کی آئیں اونکا [illegible] میں نے ان چند اوراق میں کر دیا ہے تاکہ میری ناقص رائے کے موافق تم کو اپنی اور اپنی اولاد کے واسطے بہبود کی رہبری ہو اگرچہ اب زمانہ ایسا نہیں رہا کہ کوئی کسی کی اچھی بات پر عمل کرے میں نے اپنے فرض کو تمہارے اور تمہاری اولاد کی بہتری کے واسطے پورا کر دیا تاکہ تم خود اس سے [illegible] ہو کر عمل کرو اور اپنی اولاد سے دین و دنیا کا سکھ پاؤ۔ آیندہ کسی بات کا [illegible] اپنا اختیار ہے۔

اب ہم اس تقریر کو ختم کرتے ہیں کہ خدا تم کو راہ راست کی ہدایت [illegible] جب تک ہمارا دم اس جسم میں لگا ہوا ہے ہم تم کو شریعت محمدی کے جامہ میں [illegible] خدا [illegible] کی ہدایت [illegible] خوش ہوں اور بعد مرنے کے بھی ہماری روح تر و تازہ [illegible] ہماری روح کو نہایت اذیت اور تکلیف پہنچے گی۔ اگر تم نے یا تمہارے [illegible] بہنیں اپنی عادت اپنا طور حیا اور شریعت کی پابندی سے [illegible] ہماری روح خوش ہوگی۔ اگر تم پردہ داری کی سیدھی سادی پوشاک میں [illegible] پوشاک پہننے کا ارادہ یا حیا و شریعت سے [illegible] قصد کیا اور جو گذرے گی وہ ضرور عمداً میری روح کو شاد کرے گی۔ خدا تم سب کو ہدایت [illegible] ایذا نہ پہونچاؤ جس کی مجھکو تم سے امید ہے۔ اللہ تو میری اولاد کو ہدایت [illegible] جو تیری خوشنودی کی راہ ہے۔ بطفیل محمد و آلہ و اصحابہ وسلم۔ رقم [illegible]

البشیر

مسلمانوں کو ملکی معاملات سے باخبر کرنے والا۔ مسلمانوں میں علوم جدیدہ کا شوق
پیدا کرنے والا۔ مسلمانوں میں رشتہ اتحاد قایم رکھنے والا۔ مخالفین اسلام کا
دندان شکن جواب دینے والا ہفتہ وار اخبار البشیر اٹاوہ سے شایع ہوتا ہے

اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ

مسلمانوں کی امداد کا مستحق ہے

جہاں

مسلمان بچوں کی دنیاوی تعلیم کیساتھ مذہبی تعلیم اور اسلامی تربیت کا خاص انتظام ہے

روپیہ مہتمم مدرسہ کے نام بھیجنا چاہئے

منشی عبد الغفور صاحب مرحوم مارہروی نے اپنی لڑکی کو دو خط لکھے تھے جنکا مسودہ اون کے انتقال کے بعد ہمیں دستیاب ہوا تھا۔ ہمنے دوسرا خط پہلے چھپوایا تاکہ قوم نے اگر اس کی قدر کی تو پہلا خط بھی چھاپا جاوے گا۔ جو کنواری لڑکیوں کی تربیت کیسے متعلق تھا لیکن افسوس ہے کہ پہلا خط ہمارے پاس سے ضائع ہوگیا اب صرف دوسرا حصہ ہدیہ ناظرین ہے اگر قوم اسکو پسند کری مصنف مرحوم کو دعائے خیر سے یاد کرے

منیجر البشیر پریس اٹاوہ

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

کتب خانہ

جامعہ عثمانیہ

۱۔ اراکین مجلس [illegible] ایک وقت میں [illegible] کتابیں لے سکتے ہیں [illegible]

۲۔ اساتذہ [illegible] پانچ کتابیں ایک ماہ کے لئے [illegible]

۳۔ طلباء [illegible] دو کتابیں [illegible] لے سکیں گے [illegible]

۴۔ مدت [illegible] گزرنے پر [illegible] ایک آنہ یومیہ فی کتاب [illegible] لیا جائے گا

۵۔ ہر شخص [illegible] کتاب کا لانا لازم ہے [illegible] کتابیں گم یا خراب ہو جائیں تو [illegible] ذمہ داری [illegible]

۶۔ کتابوں پر کسی قسم کا نشان بنانا یا پنسل سے [illegible] منع ہے

۷۔ قلمی نسخے اور حوالے کی کتابیں جاری نہیں کی جا سکیں گی فقط